نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ



ماھنامہ

الحدیث

حضرو



ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ نومبر ۲۰۰۸ء

مدیر:

حافظ زبیر علی زئی



مکتبۃ الحدیث

حضرو، اٹک : پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 5 | ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ نومبر ۲۰۰۸ء | شمارہ: 11



مدیر
حافظ زبیر علی زئی
0300-5335233

معاونین
حافظ ندیم ظہیر 0301-6603296
ابوجابر عبداللہ دامانوی 0300-7062081
محمد صفدر حضروی
ابوخالد شاکر

برائے رابطہ
اعظم بلال 0302-5756937
حافظ طارق مجاہد یزمانی 0345-8737752

قیمت
فی شمارہ : 20 روپے
سالانہ : 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
250 روپے

خط کتابت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

اس شمارے میں

احسن الحدیث

حافظ ندیم ظہیر

چند حرام اُمور

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ﴾
آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے حیائی کے کام خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کے کام اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کے لئے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ اللہ کے ذمے تم ایسی باتیں لگادو جن کا تمھیں علم نہیں ہے۔ (الاعراف:۳۳)

فقہ القرآن:

☆ آیتِ مبارکہ میں چند حرام امور کی نشاندہی کی گئی ہے، جن میں سب سے پہلے بے حیائی کا ذکر ہے، چونکہ عموماً گناہوں کے ارتکاب کا سبب بے حیائی اور فحاشی ہی ہے۔
حدیث: ((**الحياء من الإيمان**)) حیا ایمان کا حصہ ہے۔ (صحیح بخاری:۲۴، صحیح مسلم:۳٦)
نیز ارشادِ نبوی ہے: ((**إذا لم تستحي فاصنع ما شئت**))
جب تم میں حیا نہ رہے تو پھر جو جی چاہے کرو۔ (صحیح بخاری:۳۴۸۴)
یہ دونوں حدیثیں مذکورہ تمہید کو نہ صرف واضح کرتی ہیں بلکہ اس پر مکمل دلالت بھی کرتی ہیں۔
بے حیائی کے بارے میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ جو ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ (انعام:۱۵۱)
اس آیت کے ضمن میں الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی کھلے گناہوں کے قریب جاؤ نہ چھپے گناہوں کے، نہ کھلے گناہوں کے متعلقات کے قریب پھٹکو اور نہ قلب و باطن کے گناہوں کے متعلقات کے قریب جاؤ، فواحش کے قریب جانے کی

ممانعت فواحش کے مجرد ارتکاب کی ممانعت سے زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ یہ فواحش کے مقدمات اوران کے ذرائع اور وسائل سب کو شامل ہے۔'' (تفسیر السعدی ۸۴۴/۱ طبع دارالسلام، مترجم)

☆ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کا ارتکاب حرام ہے اور اگر کسی سے قصداً یا سہواً کبیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ ضروری ہے۔

☆ ناحق زیادتی خود ایک گناہ اور شانِ مومن و اوصافِ مسلم کے خلاف ہے، کیونکہ ہر صاحبِ ایمان پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے جان و مال اور عزت و ناموس کو کبھی گزند نہ پہنچائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح بخاری:۱۰، صحیح مسلم:۴۰)

☆ شرک اکبر الکبائر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی لحاظ سے شریک ٹھہرانا حرام ہے۔ قرآن مجید میں شرک کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ﴾ جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔
(المآئدۃ:۷۲)

نیز فرمایا: اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا اور اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا اسے کہیں دور لے جا کر پھینک دے۔ (الحج:۳۱)

شرک ایک ایسا مہلک گناہ ہے کہ اس کے سبب ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ مقدر بن جاتی ہے اور بخشش کے تمام دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لاعلمی پر مبنی بات کہنا حرام ہے۔ ہمیشہ تحقیق و جستجو کے بعد ہی کتاب وسنت کے مطابق بیان ہونا چاہئے۔

☆ یہ تمام امور مفاسد عامہ اور مفاسد خاصہ پر مشتمل ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے لہٰذا ان سے بچنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ حرام امور سے بچ کر ہی صراطِ مستقیم پر گامزن رہا جاسکتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصابیح

صراطِ مستقیم اور اس کے مخالف گمراہ فرقے

١٦٦) وعن عبدالله بن مسعود قال: خطّ لنا رسول الله ﷺ خطًّا ثم قال: ((هذا سبيلُ الله)) ثم خط خطوطًا عن يمينه و عن شماله وقال: ((هذه سبل، على كل سبيل منها شيطانٌ يدعو إليه)) و قرأ: ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ الآية .

رواه أحمد و النسائي والدارمي .

(سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (سمجھانے کے) لئے ایک (سیدھی) لکیر کھینچ کر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں اور بائیں (دونوں) طرف لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ (شیطانی) راستے ہیں، ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بُلا رہا ہے۔

آپ نے آیت: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ [اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اسی کی اتباع کرو۔] (سورۃ الانعام: ۱۵۳) تلاوت فرمائی۔

اسے احمد (۱/۴۳۵ ح ۴۱۴۲) نسائی (السنن الکبریٰ: ۴/۱۱۱۷۴، التفسیر: ۱۹۴) اور دارمی (۱/۶۷، ۶۸ ح ۲۰۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابن حبان (الموارد: ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، الاحسان: ۶، ۷) اور حاکم (۲/۳۱۸ ح ۳۲۴۱) نے صحیح قرار دیا ہے۔

راوی قاری عاصم بن ابی النجود (بہدلہ) قراءتِ قرآن میں ثقہ اور روایتِ حدیث میں

صدوق حسن الحدیث ہیں۔ جمہور محدثین نے انھیں ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔
حافظ ذہبی نے عاصم کے بارے میں مختلف اقوال نقل کر کے فرمایا: ''هو حسن الحديث''
وہ حسن الحدیث ہیں۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۳۵۷)

فقہ الحدیث:

① خطوط (لکیروں) سے مراد گمراہ فرقے اور تمام بداعمالیاں (معاصی، فسق و فجور اور خواہشاتِ نفسانیہ) ہیں اور جمع کے صیغے میں ان کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔

② سنن ابن ماجہ (۱۱) کی ایک ضعیف روایت میں دائیں طرف دو لکیروں اور بائیں طرف دو لکیروں کا ذکر آیا ہے۔ اس کی سند میں مجالد بن سعید جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

③ دینِ اسلام ایک سیدھا راستہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ثقہ وصدوق تابعین عظام رحمہم اللہ ہمیشہ گامزن رہے اور یہی راستہ جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔

④ شیطان اور اس کے پیروکار ہر وقت اس کوشش میں ہیں کہ مختلف تراکیب اور دھوکے سے لوگوں کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیں۔

⑤ حدیث قرآن کی تشریح ہے۔

⑥ تعلیم وتربیت کے لئے ایسا انداز اختیار کرنا چاہئے کہ جس سے بات اچھی طرح سمجھ آجائے۔

⑦ اپنے طلباء اور عزیز واقارب کی اصلاح وراہنمائی کے لئے ہمہ وقت مصروف رہنا چاہئے۔

⑧ سنت پر عمل کرنے اور بدعات سے اجتناب میں ہی نجات ہے۔

⑨ اہلِ حق اور اہلِ باطل کا کبھی اتحاد نہیں ہوسکتا۔

⑩ رسول اللہ ﷺ بہترین معلم تھے۔ اللّٰهم صلّ علی محمد و سلّم علیه .

۱۶۷) وعن عبداللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :

((لا یؤمن أحدکم حتی یکون ھواہ تبعًا لما جئت بہ .))

رواہ في شرح السنۃ وقال النووي في أربعینہ :ھذا حدیث صحیح رویناہ في کتاب الحجۃ بإسناد صحیح.

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش بھی اس (دین) کے تابع نہ ہوجائے جو میں لے کر آیا ہوں۔ اسے (بغوی نے) شرح السنۃ (۱/۲۱۲۔۲۱۳ ح ۱۰۴) میں روایت کیا ہے اور نووی نے اپنی کتاب اربعین (نوویہ، حدیث: ۴۱) میں کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، اسے ہم سے کتاب الحجۃ (۱/۲۵۱ ح ۱۰۳) میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

''ثنا أبو بکر محمد بن الحسین الأعین :ثنا نعیم بن حماد :ثنا عبدالوھاب ابن عبدالمجید الثقفی عن ھشام بن حسان عن محمد بن سیرین عن عقبۃ ابن أوس عن عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص عن النبي ﷺ''

(کتاب الاربعین للامام الحسن بن سفیان ق ۶۵/۱، کما بلغنی وعنہ السِّلفی فی معجم السفر ص ۳۶۱ ح ۱۲۶۵، والبغوی فی شرح السنۃ: ۱۰۴)

ابوبکر محمد بن الحسین الاعین سے مراد محمد بن ابی عتاب الحسن بن طریف الاعین البغدادی ہیں۔ دیکھئے تاریخ بغداد (۳۶۹/۴)

نعیم بن حماد المروزی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث تھے۔ دیکھئے میری کتاب ''علمی مقالات'' (ج ۱ ص ۴۴۹)

نعیم پر دولابی، ازدی اور البانی وغیرہم کی جرح مردود ہے۔

لطیفہ: ابن الترکمانی حنفی کی مرضی کے خلاف ایک حدیث کی سند میں نعیم بن حماد آ گئے تو ابن الترکمانی نے لکھا: ''اس کی سند میں نعیم بن حماد ہے، نسائی نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہے، دارقطنی نے کہا: وہ کثیر الوہم ہے، ابوالفتح الازدی اور ابن عدی (!) نے کہا: وہ (نعیم) سنت کی تقویت میں حدیث بنا تا تھا اور امام ابوحنیفہ کی مذمت میں ساری جھوٹی روایتیں بنا تا تھا۔

(الجوہر النقی ج ۳ ص ۳۰۵)

جب یہی نعیم بن حماد اس روایت کی سند میں آ گئے جو ابن الترکمانی کی مرضی کے مطابق ہے تو ابن الترکمانی نے وادیٔ تناقض وتعارض میں غوطے لگاتے ہوئے لکھا:

''**ونعيم أخرج له البخاري في صحيحه فهو أيضًا سند صحيح ...** ''اور نعیم کی روایت بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کی ہے پس یہ سند بھی صحیح ہے۔ (الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۸۱)!!

اس روایت کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں لیکن ہشام بن حسان ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ دیکھئے طبقات المدلسین (۳/۱۱۰، طبقہ ثالثہ) والفتح المبین (ص ۶۵، ۶۶)

یہ روایت ہشام بن حسان کے عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔

اس میں دوسری علت یہ ہے کہ عبدالوہاب الثقفی رحمہ اللہ کو یہ شک ہے کہ انھوں نے یہ روایت ہشام بن حسان سے سنی ہے یا کسی دوسرے سے؟ وہ فرماتے ہیں:

''**ثنا بعض مشيختنا :هشام أو غيره** ''ہمیں ہمارے بعض استادوں میں سے ہشام (بن حسان) یا کسی دوسرے نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ (السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اس وجہ سے ضعیف نہیں جو شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ پیش کرتے تھے بلکہ صرف اس وجہ سے ضعیف ہے کہ ہشام بن حسان مدلس ہیں اور راوی کو اپنے استاد کے تعین میں بھی شک ہے۔

۱۶۸) وعن بلال بن الحارث المزني قال قال رسول الله ﷺ :

((من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدي فإنّ له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئًا، ومن ابتدع

بدعة ضلالة لا يرضاها الله و رسوله كان عليه [من الإثم] مثل آثام من عمل بها لا ينقص من أوزارهم شيئاً .)) رواه الترمذي .

(سیدنا) بلال بن الحارث المزنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جو میرے بعد فوت ہوگئی تھی تو اُسے ان لوگوں جتنا اجر وثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے لیکن اُن کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اور جس نے گمراہ کن بدعت نکالی جس پر اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں ہیں تو اس کو اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اسے ترمذی (۲۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند کا ایک بنیادی راوی کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی ہے جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ الخ

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲۱۳/۳ ت ۴۹۲۲ ملخصاً)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''ليس بشيء'' وہ کچھ چیز نہیں ہے۔

(تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۷۱۳)

ان کے علاوہ جمہور محدثین نے کثیر مذکور پر جرح کی ہے۔ حافظ ہیثمی فرماتے ہیں:

''وهو ضعيف عند الجمهور'' اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۶۸/۶)

نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۱۳۰/۶، ۲۸۶) اور فتح الباری (۴۵۱/۴، ۱۹/۵، ۲۸۰/۷)

حافظ ابن حبان نے فرمایا: وہ سخت منکر حدیثیں بیان کرنے والا ہے، اُس نے اپنے باپ سے عن جدہ: دادا کی سند کے ساتھ ایک موضوع نسخہ بیان کیا ہے۔ الخ (کتاب المجروحین ۲۲۱/۲)

نیز دیکھئے حدیث سابق (۱۵۸) وہ اس سخت ضعیف روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ والحمدللہ

۱۶۹) ورواه ابن ماجه عن كثير بن عبدالله بن عمرو عن أبيه عن جده .

اور ابن ماجہ (۲۱۰) نے اسے ''کثیر بن عبداللّٰہ بن عمرو (بن عوف المزني) عن أبیه عن جده'' کی سند سے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

کثیر بن عبداللہ العوفی کے حالات کے لئے دیکھئے حدیثِ سابق: ۱۶۸

۱۷۰) **وعن عمرو بن عوف قال قال رسول اللّٰه ﷺ: ((إن الدین لیأرز إلی الحجاز کما تأرز الحیة إلی جحرها ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الأرویة من رأس الجبل، إن الدین بدأ غریباً و سیعود کما بدأ فطوبی للغرباء وهم الذین یصلحون ما أفسد الناس من بعدي من سنتي .)) رواه الترمذي.**

اور (سیدنا) عمرو بن عوف (المزنی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین (آخر میں اس طرح) حجاز کی طرف سمٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں گھس جاتا ہے اور دین حجاز میں جاگزیں ہو جائے گا، جیسے پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہر جاتا ہے، بے شک دین اجنبیت میں شروع ہوا اور دوبارہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح شروع ہوا تھا، پس خوش خبری ہے اجنبیوں کے لئے جو ان سنتوں کی اصلاح کریں گے جنھیں لوگوں نے میرے بعد خراب کر دیا ہوگا۔

اسے ترمذی (۲۶۳۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس کے راوی کثیر بن عبداللہ العوفی کے حالات کے لئے دیکھئے حدیث سابق (۱۶۸)

تنبیہ: اس روایت کے بعض ٹکڑوں کے شواہد موجود ہیں جن میں سے بعض کا ذکر شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے۔ دیکھئے المشکوۃ بتحقیق الالبانی (۱/۶۰ طبعہ قدیمہ) روایت کے جو ٹکڑے صحیح اسانید سے ثابت ہیں، وہ اس مردود روایت سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ والحمدللہ

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

تنبیہ ضروری بر غلام مصطفیٰ نوری

سوال: غلام مصطفیٰ نوری قادری بریلوی نے ایک کتاب لکھی ہے:
''تسوید وجہ الشیطانی بتوثیق الامام محمد بن الحسن الشیبانی''
اس کتاب میں غلام مصطفیٰ صاحب نے ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع شدہ آپ کے مضمون کا اپنے گمان میں جواب دیا ہے اور شیبانی مذکور کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کتاب ''تسوید وجہ الشیطانی'' کا مدلل جواب دیں۔
جزاکم اللہ خیراً (محمد شفیق بن محمد رفیق، فیصل آباد)

الجواب:

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علٰی رسولہ الأمین، أما بعد:
راقم الحروف نے ''النصر الربانی فی ترجمۃ محمد بن الحسن الشیبانی'' کے نام سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں میزان الاعتدال اور لسان المیزان کی عبارات ترجمہ کرنے کے ساتھ ان کی تحقیق پیش کی تھی اور بعض فوائد کا اضافہ بھی کیا تھا۔ یہ مضمون ماہنامہ الحدیث حضرو: ۷ ص ۱۱ تا ۲۰ میں ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا تھا اور بعد میں تحقیق و اختصار سے کام لیتے ہوئے اس مضمون کو ''محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی اور محدثینِ کرام'' کے عنوان سے چار صفحات پر لکھ دیا تھا۔ آپ کی ارسال کردہ کتابِ مذکور کے مطالعہ کے بعد بعض الناس کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے اس مضمون میں کافی اضافہ کر کے اس کا نام ''تائیدِ ربانی اور ابن فرقد شیبانی'' رکھ دیا ہے۔ ''تسوید وجہ الشیطانی'' کے مصنف غلام مصطفیٰ نوری بریلوی صاحب اپنی اس کتاب میں شیبانی مذکور کی توثیق کے بارے میں متاخر علماء سے صرف دو حوالے پیش کر سکے ہیں:

ا: حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔
عرض ہے کہ حافظ ذہبی نے بالدبوس کہہ کر اس تصحیح کو رد کر دیا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔
۲: ہیثمی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔
عرض ہے کہ حاکم اور ہیثمی کے حوالے جمہور محدثین اور کبار علماء مثلاً امام احمد، امام یحییٰ بن معین اور امام فلاس وغیرہم کے مقابلے میں کس طرح پیش ہو سکتے ہیں؟ نوری بریلوی صاحب اپنی تسوید اور ترکِ رفع یدین دونوں کتابوں کی رُو سے اسماء الرجال اور علمِ حدیث سے سراسر ناواقف، کذب و افتراء کے مرتکب اور وادیٔ تعارض و تناقض میں غوطہ زن ہیں جس کی فی الحال دس (۱۰) مثالیں پیشِ خدمت ہیں:
① امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی شیبانی پر ایک جرح کے راوی احمد بن سعد بن ابی مریم المصری ہیں جو ۲۵۳ھ میں فوت ہوئے اور ثقہ وصدوق راوی تھے۔ ان کے بارے میں نوری صاحب لکھتے ہیں: ''سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۵ پر امام دارقطنی نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔'' (تسوید ص ۵۰)
عرض ہے کہ امام دارقطنی نے فرمایا: ''وأبو بكر بن أبي مريم ضعيف''
(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴ ح ۲۷۷۷)
نیز دیکھئے موسوعۃ اقوال الدارقطنی (۲/ ۳۹۷ ت ۴۰۱۵)
ابوبکر بن ابی مریم راوی اور ہے اور احمد بن سعد بن ابی مریم اور ہیں۔ دونوں کو ایک قرار دینا نوری صاحب کی بہت بڑی جہالت ہے۔ ابوبکر بن ابی مریم الغسانی الشامی ۱۵۶ھ میں فوت ہوا تھا اور علی بن احمد بن سلیمان المصری ۲۲۷ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے النبلاء ۱۴/ ۴۹۶)
کیا وہ اپنی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے فوت ہونے والے کے پاس پڑھنے کے لئے عالمِ برزخ میں تشریف لے گئے تھے؟ جس شخص کو اسماء الرجال کی الف باء کا پتا نہیں وہ کس زعم اور بل بوتے پر بڑی بڑی کتابیں اور ردود لکھ رہا ہے؟!
کیا بریلویت میں کوئی بھی اسے سمجھانے والا نہیں کہ یہ کام چھوڑ و اور کوئی دوسرا دھندا

کرو جیسے تم جانتے ہو؟!

② صحیحین وسنن اربعہ کے راوی اور مشہور امام ابوحفص عمرو بن علی بن بحر بن کنیز الصیر فی الفلاس رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۹ھ) کے بارے میں نوری صاحب نے لکھا ہے:

''جس کی ثقاہت نہیں ملی'' (تسوید ص ۳۵)

عرض ہے کہ حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ''**ثقة حافظ**'' (تقریب التہذیب: ۵۰۸۱)

جس شخص کو تقریب التہذیب دیکھنے کا طریقہ نہیں آتا وہ اتنی بڑی ڈینگیں کیوں مار رہا ہے؟

اس طرح راویوں کے بارے میں نوری صاحب کی جہالت کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔

مثلاً دیکھئے تسوید ص ۳۲، ۳۵، ۵۰

③ مستدرک الحاکم (۳۴۱/۴ ح ۷۹۹۰) کی ایک حدیث کے بارے میں نوری صاحب نے لکھا ہے: ''اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس کی تلخیص میں امام ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے....'' (تسوید ص ۸۰، ۶۷، نیز دیکھئے ص ۸۴)

عرض ہے کہ حافظ ذہبی نے اس حدیث کو صحیح نہیں بلکہ ''**بالدبوس**'' [ڈنڈے کے زور سے] (!) کہہ کر حاکم پر تعاقب کیا ہے۔ نیز دیکھئے فیض القدیر للمناوی (۴۸۹/۶)

معلوم ہوا کہ نوری صاحب کا دعویٰ صریح جھوٹ پر مبنی ہے۔

④ امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابوحاتم کا ذکر کرتے ہوئے نوری صاحب نے لکھا ہے: ''لیکن ان میں بھی تشدد تھا جس کی وجہ سے انھوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو متروک تک کہہ دیا۔'' (تسوید ص ۴۷)

عرض ہے کہ امام ابوحاتم نے امام بخاری کو قطعاً متروک نہیں کہا، رہا روایت ترک کرنا تو یہ جمہور کی توثیق کے بعد کوئی جرح نہیں ہے۔

⑤ نوری صاحب نے راقم الحروف کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے:

''آپ نے تو **الجزء المفقود من المصنف** عبدالرزاق کا صرف اس لئے انکار کر دیا ہے کہ اس کے ناسخ کی سند مؤلف تک نہیں ہے۔'' الخ (تسوید ص ۱۳)

عرض ہے کہ بریلویوں کے گھڑے ہوئے الجزء المفقود کے موضوع اور من گھڑت ہونے پر راقم الحروف نے دس دلیلیں دی ہیں جن میں سے صرف دسویں دلیل کے جواب سے ہی ساری بریلویت عاجز اور دم بخود ہے۔

دیکھئے ''جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربانی'' (ص۲۲ تا ۲۷، اور ص۲۹ تا ۳۳)

لہٰذا نوری صاحب کا یہ کہنا کہ ''صرف اس لئے انکار کر دیا ہے....'' جھوٹ ہے۔

فائدہ: اس جعلی جزء کے بارے میں مولانا عبدالرؤف بن عبدالمنان بن حکیم محمد اشرف سندھو حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے کہا: ''یہ مکمل جزء جس میں کل چالیس اَحادیث ہیں محل نظر ہے بلکہ من گھڑت اور بے اَصل ہے اس کے بارے میں عربی زبان میں بہت تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ اسی طرح ''محدث'' اور ''الاعتصام'' وغیرہ میں بھی اس جزء کے ردّ میں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

جب اس جزء کے بارے میں شور مچا تو حمیری نے اس کی توثیق کے لئے قلمی نسخہ ''مرکز جمعة الماجد للثقافة والتراث'' بھیجا جو کہ دوبئ میں قلمی نسخوں کا بہت بڑا مرکز ہے اس مرکز میں بحیثیت مُدَقِّقُ المخطوطات۔ قلمی نسخوں کی جانچ پڑتال کا۔ کام کرنے والے ہمارے فاضل دوست شیخ شہاب الدین بن بہادر جنگ نے بتایا کہ جب ہم نے اس نسخہ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ جعلی نسخہ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے لہٰذا مرکز کی طرف سے دلائل وشواہد پر مبنی ایک رپورٹ تیار کر کے حمیری کو بھیج دی کہ یہ جعلی نسخہ ہے۔

شیخ محمد زیاد بن عمر نے ''**شبكة سحاب السلفية**''[1] میں اس مکذوب اور مصنوعی جزء پر اپنے ردّ میں ذکر کیا ہے[2] کہ شیخ ادیب کمدانی نے۔ جو کہ عیسی حمیری کی ادارت میں کام کر چکے ہیں۔[3] مجھے ٹیلیفون پر دوران گفتگو بتایا کی حمیری نے مجھے جب یہ مخطوط دکھایا تو

....

① یہ انٹرنیٹ پر ایک روم کا نام ہے۔

② ان کا رداب کتابی شکل میں بھی ''**مجموع في كشف حقيقة الجزء المفقود (المزعوم) من مصنف عبدالرزاق**'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ③ یہ حمیری دوبئ اوقاف کے مدیر رہ چکے ہیں۔

میں نے دیکھ کر کہا کہ یہ من گھڑت ہے اور ان سے کہا کہ جس شخص نے آپ کو یہ مخطوط (قلمی نسخہ) لا کر دیا ہے اسے پوچھیں کہ جس اُصل قلمی نسخے سے اس کو نقل کیا گیا ہے وہ کہاں ہے تو اس نے جواب دیا کہ روس کے ایک مکتبہ سے اس کو نقل کیا گیا تھا اور وہ مکتبہ لڑائی میں جل گیا ہے پھر حمیری نے اس سے مطالبہ یہ کیا کہ اس جزء کا باقی حصہ کہاں ہے مجھے وہ بھی بھیجو مگر حمیری کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ ایک طرف تو یہ بات ہے جب کہ اس نسخہ کے آخر میں لکھا ہے کہ اس کو (۹۳۳م) میں بغداد میں لکھا گیا۔

بہرحال بہت سے ایسے شواہد و دلائل ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جزء من گھڑت بناوٹی اور خانہ ساز ہے اور ''مصنف عبدالرزاق'' کے ساتھ اس جزء کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ واضح رہے کہ حمیری کو یہ جزء ہندوستان کے ایک محمد امین برکاتی قادری نے لا کر دیا تھا۔''

(احناف کی چند کتب پر ایک نظر ص ۴۵)

⑥ جب امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے شیبانی مذکور پر جرح کی تو نوری صاحب نے انھیں متشدد و متعنت قرار دیا۔ دیکھئے تسوید ص ۴۴

اور جب ابن معین سے مرضی والی روایت آئی تو نوری صاحب نے علانیہ لکھا: ''امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ حدیث وفقہ ونقد الرجال کی مسلم شخصیت ہیں۔'' (تسوید ص ۲۷)

ایک ہی امام کی بات اگر مرضی کے خلاف ہو تو متشدد اور متعنت کا فتویٰ اور اگر مرضی کے مطابق ہو تو مسلّم شخصیت قرار دے کر تعریف کرنا وادیٔ تعارض و تناقض میں غرق ہونے کی دلیل ہے۔

⑦ ایک تابعی محارب بن دثار رحمہ اللہ جب رفع یدین کرنے کی ایک حدیث کی ایک سند میں آئے تو نوری صاحب نے امام بخاری رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے لکھا:

''جس کی سند میں محارب بن دثار ہے۔ جس کے متعلق امام ابن سعد نے کہا کہ **لا یحتجون بہ** کہ محدثین اس کے ساتھ دلیل نہیں پکڑتے۔

پھر یہ شخص حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا علی

المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس کے نظریات درست نہیں تھے۔ ان مقدس حضرات کے ایمان کی گواہی یہ شخص نہیں دیتا تھا۔ تعجب ہے ایسے لوگوں سے امام رفع یدین پر دلیل پکڑتے ہیں۔'' (ترکِ رفع یدین، مطبوعہ جون ۲۰۰۴ء ص ۴۲۳، ۴۲۴)

نیز محارب بن دثار کو متکلم فیہ قرار دے کر میزان الاعتدال سے جرح نقل کرنے کے بعد نوری صاحب لکھتے ہیں:

''اب آپ خود غور کریں کیا ایسے شخص کی روایت حجت ہوسکتی ہے جو حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گستاخ ہو۔''

(ترکِ رفع یدین ص ۴۴۰)

حالانکہ اسی کتاب میں نوری صاحب محارب بن دثار کی اسی روایت سے ایک استدلال کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

''حضرت محارب بن دثار جو کہ کوفہ کے قاضی تھے اور صاحب علم وفضل تھے۔''

(ترکِ رفع یدین ص ۲۵۶)

اُن سے کوئی پوچھے کہ ایک ہی راوی کی کہیں زبردست تعریف اور کہیں شدید جرح آپ کیوں کرتے ہیں؟

⑧ ایک روایت میں آیا ہے کہ (امام) ابوعبید نے فرمایا: میں نے محمد بن الحسن سے زیادہ قرآن کا کوئی بڑا عالم نہیں دیکھا۔ اس کی سند نوری صاحب نے تاریخ بغداد (۲/۱۷۵) اور مناقب ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری (ص ۱۲۳) سے پیش کی ہے جس میں احمد بن محمد بن الصلت بن مغلس الحمانی عرف ابن عطیہ ہے۔ ابن عطیہ مذکور کے بارے میں ذہبی نے کہا: ''وضاع'' وہ جھوٹی روایات گھڑنے والا ہے۔ (دیوان الضعفاء ۱/۲۹ ت ۵۰)

اورفرمایا: وہ ہلاک کرنے والا ہے۔ (میزان الاعتدال ۱/۱۰۵ ت ۴۱۰)

امام دارقطنی اور ابن ابی الفوارس نے کہا: وہ حدیث گھڑتا تھا۔

ابن عدی نے کہا: میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے شرم کوئی نہیں دیکھا۔

ابن حبان نے کہا: پس میں نے جان لیا کہ وہ حدیث گھڑتا ہے۔
دیکھئے لسان المیزان (ج ۱ ص ۲۷۰، ۲۷۱)
اور حافظ ذہبی نے کہا: ''کذاب وضاع'' یہ جھوٹا، حدیثیں گھڑنے والا ہے۔
(میزان الاعتدال ۱/۱۴۰ ح ۵۵۵)

اس کذاب کی روایت نوری صاحب بطور استدلال پیش کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

⑨ ایک ثقہ عندالجمہور راوی محمد بن المظفر کے بارے میں نوری صاحب نے ابوالولید باجی کی جرح نقل کی: ''کہ اس میں تشیع ظاہر ہے۔'' (تسوید ص ۳۴)
اور تھوڑا آگے جا کر محمد بن عمران المرزبانی کے بارے میں کہا:
''یہ اگرچہ اہل تشیع اور صاحب اعتزال تھا مگر عتیقی نے کہا کہ حدیث کی روایت میں یہ ثقہ ہے۔'' (تسوید ص ۴۲)

مرضی کے مطابق معتزلی اور رافضی راوی بھی مقبول اور مرضی کے خلاف معمولی تشیع والا راوی بھی سخت مجروح؟ کیا ''خوب'' انصاف ہے؟!

⑩ محمد بن فضیل ایک راوی ہیں جن کے بارے میں نوری صاحب لکھتے ہیں:
''پھر اس اثر کی سند مین محمد بن فضیل ہے جس کے متعلق ابوداود نے کہا یہ شیعہ ہے۔ ابن سعد نے کہا اس کے ساتھ دلیل نہ پکڑی جائے۔'' (ترکِ رفع یدین ص ۴۲۴)
دوسری جگہ نوری صاحب نے محمد بن فضیل مذکور کی روایت کردہ ایک سند کے بارے میں لکھا: ''اس سند کے تمام راوی صحیح بخاری شریف کے راوی ہیں اور ثقہ ثبت ہیں۔''
(ترکِ رفع یدین ص ۴۵۷)

اس طرح کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ ثابت ہوا کہ غلام مصطفیٰ نوری قادری صاحب اسماء الرجال اور علمِ حدیث سے بالکل ناواقف، جاہل اور کورے ہیں اور دن رات اس کوشش میں مصروف ہیں کہ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کر دیں۔
خلاصہ یہ کہ ''تسوید وجہ الشیطانی... '' والی کتاب مردود ہے اور اس کا مصنف علم و

انصاف اور صدق واعتدال سے کوسوں دور ہے۔

غلام مصطفیٰ بریلوی صاحب میرا نام لے کر مجھ پر رد کر رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ میرے نام سے بالکل بے خبر ہیں۔ میرا نام محمد زبیر ہے اور قبیلہ علی زئی مگر بریلوی صاحب بار بار ''زبیر زئی'' کی رٹ لگا رہے ہیں۔ دیکھئے اس کی تسوید (ص ۴، ۵....)

علیزئی مرکب کو صرف زئی قرار دینا بہت بڑی جہالت ہے۔

حسن بن زیاد لؤلؤی حنفی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''کذاب''

(تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۷۶۵)

ان کے علاوہ ابو حاتم الرازی، دارقطنی، شافعی، محمد بن رافع النیسابوری، الحسن بن علی الحلوانی، یزید بن ہارون، یعلیٰ بن عبید، نسائی اور عقیلی وغیرہم نے اس پر شدید جرحیں کی ہیں۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۱۶ ص ۳۰ تا ۳۷

امام یزید بن ہارون سے لؤلؤی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: کیا وہ مسلمان ہے؟ (الضعفاء للعقیلی ۱/ ۲۲۷ وسندہ صحیح)

حافظ ہیثمی نے کہا: اور وہ متروک ہے۔ (مجمع الزوائد ۶/ ۲۶۲)

امام محمد بن رافع النیسابوری نے فرمایا: حسن بن زیاد (نماز میں) امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔

(الضعفاء للعقیلی ۱/ ۲۲۷، ۲۲۸ وسندہ صحیح، اخبار القضاۃ لوکیع بن خلف ۳/ ۱۸۹، الحدیث: ۱۶ ص ۳۳)

ایسے مجروح عند الجمہور راوی کے بارے میں غلام مصطفیٰ صاحب نے ''اقوال الاخیار فی ثناء امام حسن بن زیاد'' لکھا ہے۔ (دیکھئے اس کی تسوید ص ۱۱۰)

معلوم ہوا کہ نوری بریلوی صاحب عدل وانصاف سے ہزاروں میل دور ضد، تعصب اور عناد کی وادی میں سرپٹ دوڑے جا رہے ہیں اور رات کو دن ثابت کرنے کے لئے ہر حیلہ بروئے کار لا رہے ہیں۔ لؤلؤی کے بارے میں ایک تحقیقی مضمون پیشِ خدمت ہے:

تلخیص نصب العماد فی جرح الحسن بن زیاد

حسن بن زیاد اللؤلؤی (متوفی ۲۰۴ھ) کے بارے میں محدثینِ کرام اور علمائے عظام کی گواہیاں اور تحقیقات پیشِ خدمت ہیں:

۱: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وحسن اللؤلؤي كذاب'' اور حسن (بن زیاد) اللؤلؤی کذاب ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۷۶۵، الجرح والتعدیل ۱۵/۳، وسندہ صحیح، الکامل لابن عدی ۷۳۱/۲، دوسرا نسخہ ۱۶۰/۳، الضعفاء للعقیلی ۲۲۸/۱، اخبار القضاۃ ۱۸۹/۳، وسندہ صحیح)

۲: امام دارقطنی نے کہا: ''كذاب كوفي متروك الحديث''

(تاریخ بغداد ۳۱۷/۷ وسندہ صحیح)

۳: یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: ''الحسن اللؤلؤي كذاب''

(المعرفۃ والتاریخ ۵۶/۳، تاریخ بغداد ۳۱۷/۷ وسندہ صحیح)

۴: امام نسائی نے کہا: ''والحسن بن زياد اللؤلؤي كذاب خبيث''

(الطبقات للنسائی آخر کتاب الضعفاء ص ۲۶۶، دوسرا نسخہ ص ۳۱۰)

۵: امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے حسن بن زیاد اللؤلؤی کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''أوَ مسلم هو ؟'' کیا وہ مسلمان ہے؟ (الضعفاء للعقیلی ۲۲۷/۱ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۴۶/۱، تاریخ بغداد ۳۱۶/۷ وسندہ صحیح، اخبار القضاۃ لمحمد بن خلف بن حیان: وکیع ۱۸۹/۳، وسندہ صحیح)

۶: امام محمد بن رافع النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا: حسن بن زیاد اللؤلؤی امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔ الخ (الضعفاء للعقیلی ۲۲۷/۱، ۲۲۸ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۴۷/۱، تاریخ بغداد ۳۱۶/۷ وسندہ صحیح، اخبار القضاۃ ۱۸۹/۳، وسندہ صحیح)

۷: حسن بن علی الحلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے لؤلؤی کو دیکھا، اس نے سجدے میں ایک لڑکے کا بوسہ لیا تھا۔ (تاریخ بغداد ۳۱۶/۷ وسندہ صحیح، یاد رہے کہ تاریخ بغداد میں کاتب

کی غلطی سے حسن بن علی الحلوانی کے بجائے حسن بن زیاد الحلوانی چھپ گیا ہے۔)

۸: یعلیٰ بن عبید رحمہ اللہ نے کہا: ''اتق اللؤلؤي'' لؤلؤی سے بچو۔

(الضعفاء للعقیلی ۱/۲۲۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۱/۲۴۶، تاریخ بغداد ۷/۳۱۶ وسندہ صحیح)

۹: ابوحاتم الرازی نے کہا: ''ضعیف الحدیث، لیس بثقة ولا مأمون'' وہ حدیث میں ضعیف تھا، ثقہ اور قابلِ اعتماد نہیں تھا۔ (الجرح والتعدیل ۳/۱۵، علل الحدیث ۲/۴۳۲ ح ۲۸۰۶)

۱۰: اسحاق بن اسماعیل الطالقانی (ثقہ عند الجمہور) نے کہا: ہم وکیع (بن الجراح) کے پاس تھے کہ کہا گیا۔ بے شک اس سال بارش نہیں ہو رہی، قحط ہے۔ تو انھوں نے فرمایا: قحط کیوں نہ ہو؟ حسن اللؤلؤی اور حماد بن ابی حنیفہ، جو قاضی بنے بیٹھے ہیں۔ (الضعفاء للعقیلی ۱/۲۲۸ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اس عبارت کا ترجمہ ماہنامہ الحدیث (عدد ۱۶ ص ۳۶) میں غلط چھپ گیا تھا۔

۱۱: جوزجانی نے کہا: اسد بن عمرو، محمد بن الحسن اور لؤلؤی سے اللہ فارغ ہو چکا ہے۔

(احوال الرجال ص ۷۶، ۷۷ رقم: ۹۶۔۹۹)

یعنی اللہ نے ہمیں اُن سے نجات دے دی ہے یا یہ کہ وہ اللہ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے اپنے مقامات پر پہنچ چکے ہیں۔ واللہ اعلم

۱۲: عقیلی نے حسن بن زیاد کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے جروح نقل کیں اور کسی قسم کا دفاع نہیں کیا۔

۱۳: ابن الجوزی نے اسے کتاب الضعفاء والمتروکین (۱/۲۰۲ ت ۸۲۱) میں ذکر کیا۔

۱۴: ابن عدی نے کہا: اور وہ ضعیف ہے۔ الخ (الکامل ۲/۷۳۲)

۱۵: ابن شاہین نے اسے تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین (ص ۷۲ ترجمہ: ۱۱۸) میں ذکر کیا.

۱۶: حافظ سمعانی نے کہا: لوگوں نے اس میں کلام کیا ہے اور وہ حدیث میں کچھ چیز نہیں ہے۔ (الانساب ۵/۱۴۶)

۱۷: ابن اثیر نے کہا: اور وہ روایت میں سخت ضعیف ہے، کئی (علماء) نے اسے کذاب کہا ہے اور وہ بڑا فقیہ تھا۔ (غایۃ النہایہ فی طبقات القراء ۱/۲۱۳ ت ۹۷۵)

۱۸: حافظ ہیثمی نے کہا: اور وہ متروک ہے۔ (مجمع الزوائد ۲۶۲/۶)

۱۹: حافظ ذہبی نے کہا: اس کے ضعف کی وجہ سے انھوں (محدثین) نے کتبِ ستہ میں اُس سے روایت نہیں لی اور وہ فقہ میں سردار تھا۔ (العبر فی خبر من غبر ۲۷۰/۱ وفیات ۲۰۴ھ)

ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء (۱۸۵/۱ ت ۹۰۵) میں بھی ذکر کیا ہے۔

۲۰: زیلعی حنفی نے حسن بن زیاد کے بارے میں لکھا: ''**ونقل عن آخرين أنهم رموه بحبّ الشباب وله حكايات تدل علٰى ذلك**'' پھر انھوں (ابن عدی) نے دوسروں سے نقل کیا کہ یہ لڑکوں سے محبت کرتا تھا اور اُس کے قصے اِس پر دلالت کرتے ہیں۔

(نصب الرایہ ۵۳/۱)

جمِ غفیر اور جمہور محدثین کی اس جرح کے مقابلے میں درج ذیل توثیق مروی ہے:

۱: مسلمہ بن قاسم نے اسے ثقہ کہا۔

عرض ہے کہ مسلمہ مذکور بذاتِ خود ضعیف ومشبہ تھا۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۱۱۲/۴) اور لسان المیزان (۳۵/۶)

۲: حاکم نے اس سے المستدرک میں روایت لی ہے۔

عرض ہے کہ مجھے حسن بن زیاد اللؤلؤی کی کوئی روایت المستدرک میں تصحیح کے ساتھ نہیں ملی اور حاکم کا مستدرک میں صرف روایت لینا حاکم کے نزدیک بھی راوی کی توثیق نہیں ہے۔ نیز دیکھئے المستدرک (۵۸۹/۳ ح ۶۴۹۲)

۳: ابوعوانہ نے المستخرج (۹/۱ ح ۱۲) میں اُس سے روایت لی۔

عرض ہے کہ اس روایت میں لؤلؤی کی صراحت نہیں اور اگر صراحت ہوتی بھی تو جمہور کی جرح کے مقابلے میں مردود ہے۔

نیز دیکھئے میزان الاعتدال (۴۹۱/۲، لسان المیزان ۳۳۸/۳ ترجمۃ عبداللہ بن محمد البلوی)

۴: اگر کوئی کہے کہ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لؤلؤی کی صراحت کے ساتھ کتاب الثقات میں ہمیں اس کا ذکر نہیں ملا اور دوسرے یہ کہ

اگر ابن حبان سے یہ توثیق ثابت بھی ہوتی تو جمہور کی جرح کے مقابلے میں مردود تھی۔

۵: اگر کوئی کہے کہ یحییٰ بن آدم نے کہا: میں نے حسن بن زیاد سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ص ۱۳۱)

عرض ہے کہ یہ قول احمد بن محمد الصیرفی، محمد بن منصور اور محمد بن عبیداللہ الہمدانی کی وجہ سے ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے الحدیث: ۱۶ ص ۳۷

محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں راقم الحروف کا رسالہ ''تائیدِ ربانی اور ابن فرقد شیبانی'' پڑھ لیں۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۹/ رمضان ۱۴۲۹ھ بمطابق ۳۰/ستمبر ۲۰۰۸ء)

اعلانات

① صحیح مسلم کی ایک صحیح حدیث کو خبیب احمد صاحب نے شاذ (یعنی ضعیف) قرار دینے کی جو کوشش کی ہے، اس کا مکمل جواب کمپوز کروا کر ہفت روزہ الاعتصام لاہور اور ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدر آباد کے متعلقین تک پہنچا دیا گیا ہے۔ والحمد للہ

② ماہنامہ الحدیث: ۵۳ ص ۲۵۔ ۲۶ حوالہ نمبر ۹ میں امام ابوزرعہ الرازی کی بجائے امام ابو حاتم الرازی، اور امام ابوحاتم الرازی کی بجائے امام ابوزرعہ الرازی کے نام چھپ گئے ہیں جس سے سارا واقعہ مقلوب ہو گیا ہے۔ یہ سچا واقعہ ماہنامہ الحدیث: ۱۴ ص ۱۳۔ ۱۵ میں صحیح طور پر پہلے چھپ چکا ہے اور قولِ راجح میں اس کی سند حسن لذاتہ ہے۔ قارئینِ کرام الحدیث: ۵۳ والے اپنے اپنے نسخوں میں ابوزرعہ کی جگہ ابوحاتم اور ابوحاتم کی جگہ ابوزرعہ لکھ کر تصحیح کر لیں۔ جزاکم اللہ خیراً

ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔

③ راقم الحروف کی صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے آخر میں میرے دستخط و مہر ہیں یا اُسے مکتبۃ الحدیث حضرو/ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ باقی کسی کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ (۱۲/ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

حافظ زبیر علیزئی۔ حضرو

حافظ زبیر علی زئی

سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے بارے میں وضاحتیں

مکتبہ دارالسلام نے راقم الحروف کی تحقیق سے، بہت اعلیٰ معیار پر سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ (اردو میں) شائع کی ہیں۔ **جزا هم الله خيرًا**

سنن ابی داود کی درج ذیل روایات کے بارے میں نظر ثانی، تحقیقِ جدید یا کمپوزر کی غلطیوں کی وجہ سے احکامات بدل گئے ہیں لہٰذا اپنے نسخے میں ان کی اصلاح کر لیں:

حدیث نمبر	سابق حکم	جدید حکم
١٦٠:	(إسناده ضعيف)	حسن
عطاء العامري صحح له الحاكم والذهبي(٤/ ١٥١، ١٥٢)		
٣٥٧:	(حسن)	سنده ضعيف
٥٣٢:	(حسن)	ضعيف لشذوذه
٥٣٣:	(حسن)	سنده ضعيف
مسروح مجهول الحال ، وثقه ابن حبان وحده		
٨٢٥:	(صحيح)	ضعيف
وليد بن مسلم عنعن		
٢١١٦:	(صحيح)	سنده ضعيف
٢٥١٥:	(إسناده ضعيف)	حسن
رواية بقية عن بحير بن سعد صحيحة ، انظر الفتح المبين ص ٦٩		
٢٢٧٠:	(حسن)	ضعيف الثوری عنعن
٢٨٠٤:	(حسن)	ضعيف

ولبعض الحديث شاهد حسن عند الترمذي: ١٥٠٣

٢٩٩٧: (إسناده ضعيف) إسناده صحيح

٣٦١٦: (صحيح) سنده ضعيف قتادة عنعن

٣٧٨٥: (حسن) سنده ضعيف

عبدالله بن أبي نجيح مدلس و عنعن

٤٣٠٥: (إسناده ضعيف، بشير بن المهاجرلين الحديث وضعفه الجمهور)

إسناده حسن ، بشير بن المهاجر حسن الحديث وثقه الجمهور

٤٣٤٥: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

أبو بكر بن عياش حسن الحديث ، وثقه الجمهور في غير ما أنكر عليه .

٤٣٤٦: (إسناده ضعيف) حسن انظر الحديث السابق

٤٤٠٠: (صحيح) سنده ضعيف الأعمش عنعن

وروى على بن الجعد (٧٤١) بسند صحيح عن ابن عباس أن عمر رضي الله عنه أتي بمجنونة قدزنت و هي حبلى فأراد رجمها فقال له علي : أما بلغك أن القلم قد وضع عن ثلاثة : عن المجنون حتى يفيق و عن الصبي حتى يعقل و عن النائم حتى يستيقظ ؟

٥١٧٤: (حسن) ضعيف

٥٢١٠: (إسناده ضعيف) حسن

وله شاهد حسن عند الطبراني فى الكبير (٨٣،٨٢/٣ح ٢٧٣٠)

سنن ابن ماجہ کی درج ذیل روایات کے بارے میں نظر ثانی یا تحقیقِ جدید کی وجہ سے احکامات بدل گئے ہیں لہٰذا اپنے نسخے میں ان کی اصلاح کرلیں:

حدیث نمبر	سابق حکم	جدید حکم
٥١:	(حسن)	سنده ضعيف

وحديث أبي داود (٤٨٠٠)يغني عنه.

٥٠٤: (صحيح) سنده ضعيف

يزيد بن أبي زياد ضعيف مشهور.

٧٣٥: (صحيح) سنده ضعيف

و لبعض الحديث شواهد صحيحة .

٩٤٦: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

عبيد اللّٰه بن عبدالرحمٰن بن موهب و عمه وثقهما الجمهور .

٩٧١: (حسن) سنده ضعيف

ولبعض الحديث شاهد حسن عند الترمذي (٣٦٠)

١١٤٩: (حسن) سنده ضعيف

ولأصل الحديث شواهد عند مسلم (٧٢٦) وغيره .

١٣٦٤: (صحيح) ضعيف، تقدم : ١٢٥١

١٤٢٩: (إسناده حسن) إسناده ضعيف

تميم بن محمود ضعفه الجمهور .

١٤٦٨: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

عباد بن يعقوب حسن الحديث (انظر مجلة الحديث: ٢٢ص ١٠، ١١)

١٤٨٦: (صحيح) إسناده ضعيف لانقطاعه

١٨١٨: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

٢٠٣٠: (صحيح) سنده ضعيف

الأعمش عنعن

٢١٩٦: (حسن) سنده ضعيف

٢٤٩٤: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

٢٧٨٠: اس میں والربیع تقدم کاٹ دیں۔

٢٨٨٤: (حسن) سنده ضعيف

٢٨٩٣: (حسن) سنده ضعيف

عطاء بن السائب اختلط و لبعض الحديث شاهد حسن عند النسائي.

٢٩٠٣: (إسناده ضعيف) حسن

له شاهد عند الطبراني فى الصغير (٢٢٦/١) و سنده حسن .

٣٠٢٣: (صحيح) سنده ضعيف

أبو الزبير عنعن و حديث مسلم (١٢٩٩) يغني عنه .

٣٠٨٢: (صحيح) إسناده ضعيف

٣١٣٤: (إسناده ضعيف) إسناده حسن

٣١٤٢: (حسن) سنده ضعيف

أبو إسحاق عنعن و لبعض الحديث شاهد حسن .

٣١٨٩: (حسن) سنده ضعيف

٣٢١٨: (صحيح) سنده ضعيف جدًا

٣٣١٤: (صحيح) سنده ضعيف جدًا

٣٧١٤: (؟) سنده ضعيف

عكرمة بن عمار مدلس و عنعن و رواه مسلم (٢٩٩٣) بغير هذا اللفظ.

٣٨٦٥: (حسن) سنده ضعيف

٣٨٩٨: (حسن) سنده ضعيف

٣٩١٧: (إسناده ضعيف) صحيح متفق عليه

٤١١٨: (إسناده ضعيف) حسن

٤٢٧١: (ضعيف) صحيح [انتهى]

حافظ زبیر علی زئی

آلِ دیوبند اور وحدت الوجود

حافظ نثار احمد الحسینی (دیوبندی) کے نام:

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی طرف سے ایک کتاب ''علمائے دیوبند.... پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات'' شائع ہوئی ہے جس میں آپ لوگوں نے میرے ایک مختصر رسالے ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' وغیرہ کا بزعمِ خویش جواب دینے کی کوشش کی ہے.!

عرض ہے کہ آپ اپنے عقیدے وحدت الوجود پر اعتراضات کے جوابات دینے سے عاجز ہیں، جنھیں کتابِ مذکور کے نمبرا میں باحوالہ پیش کیا گیا ہے، کجا یہ کہ پوری کتاب کا جواب آپ کی طرف سے لکھا جائے۔؟!

آپ نے صفحہ نمبرا، پر سات بے دلیل دعوے لکھنے، پھر وحید الزمان، نواب صدیق حسن خان، حکیم فیض عالم ناصبی، بعض علمائے اہلِ حدیث کے غیر مفتیٰ بہا اقوال، اختر کاشمیری (؟) اور اپنے تقلیدی مولویوں کی عبارات پیش کرنے کے سوا کیا کام کیا ہے؟

راقم الحروف نے نواب صدیق حسن خان، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزمان، مولوی محمد حسین اور (مولانا) ثناءاللہ (امرتسری) وغیرہم کے بارے میں ماسٹر امین اکاڑوی دیوبندی حیاتی کا قول نقل کیا تھا کہ ''لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں....''

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص۳۲ بحوالہ مجموعہ رسائل ج اص۲۲، تحقیق مسئلہ تقلید ص۶)

امین اوکاڑوی کا قول اس لئے پیش کیا تھا کہ دیوبندیہ حیاتیہ کے نزدیک اُن کا بہت بڑا مقام ہے مثلاً قاضی ارشد الحسینی (اٹک) نے انھیں ''ایک عظیم انسان'' قرار دیا ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الخیر ملتان کا اوکاڑوی نمبر (ج۱۹ شمارہ: ۵ تا ۸) ص۲۴۳

جن حوالوں اور عبارات کو تمام اہلِ حدیث علماء اور عوام بالاتفاق غلط قرار دے کر

مسترد کر چکے ہیں، اُصولاً آپ انھیں ہمارے خلاف پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ فریقِ مخالف کے خلاف وہی دلیل پیش کرنا جائز ہے جسے وہ صحیح اور حجت تسلیم کرتا ہے۔ آپ لوگوں کا اہلِ حدیث کے خلاف بالاتفاق غلط حوالے پیش کرنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے پاس اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنے کے لئے کوئی دلیل ہی نہیں ہے ورنہ آپ ایسی حرکتیں نہ کرتے۔ راقم الحروف نے علمائے دیوبند کے چند خطرناک عقائد میں سے پہلا عقیدہ وحدت الوجود بالاختصار پیش کیا تھا جس میں حاجی امداداللہ صاحب فرماتے ہیں:

''نکتہ شناسا مسئلہ وحدت الوجود حق وصحیح ہے، اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے...''

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۴، بحوالہ شمائم امدادیہ ص ۳۲، کلیاتِ امدادیہ ص ۲۱۸)

اس کے بعد لغت کی دو مشہور کتابوں سے وحدت الوجود کا مطلب ومفہوم پیش کیا تھا:

''تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا۔ اور وجود ماسوی کو محض اعتباری سمجھنا جیسے قطرہ، حباب، موج اور قعر وغیرہ سب کو پانی معلوم کرنا'' (حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴۱)

''صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا۔'' (علمی اردو لغت، تصنیف وارث سرہندی ص ۱۵۵۱)

اس لغوی مفہوم وتشریح سے معلوم ہوا کہ عقیدۂ وحدۃ الوجود میں خالق ومخلوق میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا بلکہ مخلوقات کو بھی اللہ تعالیٰ کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔

﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴾ [بنی اسرائیل: ۴۳]

حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب نے اس لغوی مطلب ومفہوم کا کوئی جواب نہیں دیا اور محمد تقی عثمانی صاحب کی عبارت لکھ دی ہے کہ ''صحیح مطلب یہ ہے کہ...'' (علمائے دیوبند پر... ص ۲۵)

تقی صاحب کا ''صحیح مطلب'' کتبِ لغت کے مطلب، حاجی امداداللہ صاحب کی تصریحات اور رشید احمد گنگوہی صاحب کی عبارات (وغیرہ) کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

حاجی امداداللہ صاحب نے خدا کا خلیفہ کہہ کر ایک بندے کے بارے میں لکھا ہے:

''اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے...''

(بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص۱۴، کلیاتِ امدادیہ ص ۳۵، ۳۶)

حاجی صاحب مزید فرماتے ہیں: ''اوراس کے بعد اس کو ہُو ہُو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہوجانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہوجائے'' (ایضاً ص۱۴، بحوالہ کلیاتِ امدادیہ ص ۱۸)

حافظ ظہور احمد صاحب نے یہ دونوں عبارتیں نہ تو نقل کیں اور نہ ان کا کوئی جواب دیا بلکہ یہ لکھ دیا کہ ''چنانچہ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

دیوبندی حضرات اس وحدت الوجود کے قائل ہیں جس میں خالق ومخلوق، عابد ومعبود، اور خدا و بندے کے درمیان فرق مٹا دیا جاتا ہے۔ (بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۵)

حالانکہ یہ زبیر علی زئی کا تعصب یا تجاہل عارفانہ ہے کہ ''وحدت الوجود'' میں خالق ومخلوق اور عابد و معبود میں فرق نہیں رہتا۔'' (علمائے دیوبند پر.....ص ۲۶)

عرض ہے کہ یہ تعصب یا تجاہل عارفانہ نہیں بلکہ ''باطن میں خدا ہو جاتا ہے'' اور ''(اللہ) ہوجائے'' کا یہی مطلب ہے کہ جس کے جواب سے آپ نے چشم پوشی برتی ہے۔

اب ایک اور حوالہ پڑھ لیں:

ایک آدمی نے دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں ان کے ایک مضمون کے بارے میں سوال کیا:

''اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔''

حاجی صاحب نے جواب دیا:

''کوئی شک نہیں ہے کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے'' (شمائم امدادیہ ص ۳۴)

حاجی صاحب تو تسلیم کر رہے ہیں کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے اور ظہور احمد صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

میں نے رشید احمد گنگوہی صاحب کا حوالہ پیش کیا تھا جس میں وہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اور وہ جو میں ہوں وہ تُو ہے...''

(بدعتی کے پیچھے نماز...ص ۱۵، بحوالہ مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، وفضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶)

تنبیہ نمبر ۱: خط کشیدہ لفظ کمپوزنگ کی غلطی سے کتاب: ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' میں چھپنے سے رہ گیا ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۳ ص ۴۴

تنبیہ نمبر ۲: مذکورہ الفاظ ''فضائلِ صدقات'' سے نقل کئے گئے ہیں۔

ظہور احمد صاحب نے اپنے تسلیم شدہ بزرگ گنگوہی صاحب کی عبارت کا تو کوئی جواب نہیں دیا مگر حافظ عبداللہ روپڑی صاحب کی عبارتیں لکھ دی ہیں جن میں وحدت الوجود کی تاویل کی گئی ہے اور ''بندہ خدا ہو جاتا ہے، ذکر کرنے والا خود اللہ ہو جائے اور بندہ کہے: یا اللہ وہ جو میں ہوں وہ تُو ہے'' کا نام ونشان تک نہیں ہے۔ حافظ روپڑی صاحب تاویل کے ذریعے سے جس وحدت الوجود کو ''مراد ان کی صحیح ہے۔'' قرار دے رہے ہیں وہ وُہ نہیں جو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے بلکہ اسی حوالے میں دیوبندیوں کا نام لئے بغیر وحدت الوجود کے غلط عقیدے کے بارے میں حافظ عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں:

''اب رہی ''توحید الٰہی'' سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب ''ہمہ اوست'' سمجھتے ہیں یعنی ہر شئے عین خدا ہے۔'' (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۱۵۴)

کیا ظہور احمد صاحب نے یہ عبارت نہیں پڑھی یا تعصب وتجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے؟

بہکے اور پھسلے ہوئے لوگ صحیح ہوتے ہیں یا غلط؟

جن لوگوں کو حافظ روپڑی صاحب بہکے ہوئے قرار دے رہے ہیں، وہ دیوبندی ہی تو ہیں۔

تنبیہ: وحدت الوجود اور ابن عربی کے بارے میں حافظ عبداللہ روپڑی کی عبارات تین وجہ سے غلط ہیں:

اول: یہ تاویلات ہیں جو کہ دیوبندی علماء کی عبارات اور علمائے حق مثلاً حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کی تحقیقات کے خلاف ہیں۔

دوم: حافظ روپڑی کی مذکورہ عبارت کے آخر میں اُن کے شاگرد مولانا محمد صدیق سرگودھوی حاشیہ لکھتے ہیں:

''یہ محدث روپڑی کی اپنی رائے ہے....'' (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ ص ۱۵۵)

سوم: حافظ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ '' کیونکہ ابن عربی کی کتاب '' عوارف المعارف'' سے ماخوذ ہے...'' (فتاویٰ اہلحدیث ج ۱ص ۱۵۵)

حالانکہ عوارف المعارف کا مصنف سہروردی ہے۔ دیکھئے کشف الظنون (ج ۲ص ۱۱۷۷)

معلوم ہوا کہ حافظ عبداللہ روپڑی صاحب رحمہ اللہ ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں تھے لہٰذا اُن کی تاویلات سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہیں۔

ظہور احمد صاحب نے حاجی امداد اللہ اور گنگوہی صاحبان کی عبارات کا جواب دینے کے بجائے میاں نذیر حسین دہلوی، فضل حسین بہاری، نواب صدیق حسن، حافظ عبداللہ روپڑی، وحید الزمان حیدر آبادی، ابراہیم سیالکوٹی، فیاض علی اور عبدالسلام مبارکپوری سے ابن عربی کی تعریف میں کچھ عبارات نقل کر دی ہیں جو چار وجہ سے مردود ہیں:

اول: یہ علماء ابن عربی سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔ دیکھئے الحدیث: ۴۹ص ۲۴

دوم: یہ علماء ابن عربی کی کتابوں سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔

سوم: ان علماء کی تاویلات ان سے بڑے اور جمہور علماء کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ مثلاً امام بلقینی، العز بن عبدالسلام، ابو حیان الاندلسی، ابن کثیر، ابن تیمیہ، ابن حجر العسقلانی اور محدث بقاعی وغیرہم نے ابن عربی پر شدید جرح کر رکھی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۴۹ص ۲۱۔۲۳

چہارم: فصوص الحکم اور الفتوحات المکیہ میں ابن عربی کی عبارات سے ان تاویلات کا باطل ہونا صاف ظاہر ہے۔

رشید احمد گنگوہی صاحب نے '' ارشاد فرمایا'':

'' ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایکبار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھیرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا '' میاں صاحب ہم نے اُس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو اُس

نے کہا میں بہت گناہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں'' میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اُسے لیکر آئیں جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا ''بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟'' اُس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے ''**بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے**'' رنڈی یہ سنکر آگ ہوگئی اور خفا ہو کر کہا لاحول ولاقوۃ اگرچہ میں روسیاہ و گناہگار ہوں مگر ایسے پیر کے مُنہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔''

میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اُٹھکر چلدی۔'' (تذکرۃ الرشید ج۲ ص۲۴۲)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک توحید میں غرق میاں صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ زنا کرنے اور کرانے والا تو وہی ہے۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ

وحدت الوجود کے گندے عقیدے کی اس عبرت ناک مثال کو میں نے ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' میں مختصراً پیش کیا تھا۔ (ص ۱۵) مگر حافظ ظہور صاحب نے اس کے جواب سے خاموشی برتی لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ میری اس چھوٹی سی کتاب کے صرف ایک باب اور بارہ خطرناک عقائد میں سے صرف ایک عقیدے کے جواب سے بھی عاجز رہے ہیں۔

جواب دینے سے پہلے فریقِ مخالف کی عبارت تو پڑھ لیں ورنہ یہی انجام ہوگا جو ظہور احمد کا ہوا ہے۔ جب تک میری ہر دلیل اور ہر اعتراض کا صریح جواب نہیں آئے گا ''الزامات کے جوابات'' کی حیثیت باطل و مردود ہی رہے گی۔

نثار صاحب! آپ نے عرضِ ناشر میں بے دلیل اور بے حوالہ دعوے کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''علمائے دیوبند کی ان خدمات سے سب سے زیادہ ڈر انگریز حکومت کو تھا'' (ص ۱)

آپ کے اس دعوے کی تردید و ابطال میں آلِ دیوبند اور انگریز کے سلسلے میں دس حوالے پیشِ خدمت ہیں:

① عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی اپنے امام ربانی یعنی رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے

میں لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلحضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے طیار ہو گیا...'' (تذکرۃ الرشید ج۱ ص۷۴، ۷۵)

معلوم ہوا کہ دیوبندی اکابر نے اپنی انگریز سرکار کے مخالف باغیوں سے شاملی میں جنگ لڑی جس میں حافظ ضامن صاحب باغیوں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔

میرٹھی دیوبندی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے **دلی خیر خواہ** تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔'' (تذکرۃ الرشید ج۱ ص۷۹)

انگریز سرکار مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہی تھی اور دیوبندی اکابر اسے مہربان سرکار قرار دے کر خیر خواہ ثابت ہو رہے تھے۔ سبحان اللہ!

② ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں عاشق الٰہی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور **رحمدل گورنمنٹ** کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو...'' (تذکرۃ الرشید ج۱ ص۷۶)

انگریزوں کی حکومت (اور انگریز سرکار) کو رحمدل کہنے والے کس منہ سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے، سب سے زیادہ ڈر انگریز حکومت کو تھا۔!

③ دیوبندیوں کے اکابر میں سے ایک مملوک علی صاحب تھے، جن کے بارے میں لطیف اللہ نے لکھا ہے:

''اول یہ کہ مولانا موصوف دہلی کالج میں انگریزی حکومت کے بمشاہرہ سو روپے ماہانہ پر ملازم تھے۔'' (انفاس امدادیہ ص۱۰۸ حاشیہ نمبر۱۱)

محمد انوار الحسن شیرکوٹی دیوبندی لکھتے ہیں: ''دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپل ان کی قدر کرتے

اوران پراعتماد کرتے تھے۔ بلکہ گورنر جنرل نے مولانا مملوک علی کوانعام بھی دیا۔''

(سیرت یعقوب ومملوک ص ۳۳)

کیا خیال ہے ۱۸۲۵ء میں ایک روپے کا کتنا سونا ملتا تھا اور انگریز گورنر جنرل نے کس خوشی میں مملوک علی صاحب کوانعام دیا تھا؟

حفظ الرحمٰن دیو بندی نے اپنی تقریر میں فرمایا:

'' مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہوگیا۔'' (مکالمۃ الصدرین ص ۸)

تبلیغی جماعت کوانگریزی حکومت کی طرف سے کتنا روپیہ ملتا تھا اور کیوں ملتا تھا؟

جواب دیں، خاموش کیوں ہوگئے ہیں؟

⑤ حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے '' علامہ عثمانی '' دیو بندی صاحب نے فرمایا: '' دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ وپیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ اون کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کواس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے...''

(مکالمۃ الصدرین ص ۹)

ممکن ہے کہ پہلے علم نہ ہو لیکن بعد میں انھیں علم ہوگیا کیونکہ تھانوی صاحب خود فرماتے ہیں:

''تحریکات کے زمانہ میں میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا تھا کہ چھ سو روپیہ ماہانہ گورنمنٹ سے پاتا ہے۔'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۶ ملفوظ نمبر ۱۰۸، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۱۰۳)

⑥ اشرفعلی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اگر تمھاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ تھانوی صاحب نے جواب دیا:

''محکوم بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر رکھیں گے مگر ساتھ ہی اسکے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہونچایا

ہے...'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۵، ملفوظ: ۱۰۷، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۱۰۲)

⑦ محمد قاسم نانوتوی صاحب کے بیٹے محمد احمد کے بارے میں دیوبندیوں کی ایک معتبر کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ

''۱۴۴۔ محمد احمد حافظ **شمس العلماء**

(۱) پسر محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند۔ یہ مدرسہ کا مہتمم یا پرنسپل ہے اور **وفادار** ہے۔''

(تحریک شیخ الہند ص ۴۴۹)

کیا خیال ہے؟ جس شخص کے بارے میں انگریز حکومت خود اقرار کرے کہ ''وفادار ہے'' تو وہ کتنا بڑا وفادار ہوگا؟!

⑧ محمد احسن نانوتوی کے بارے میں محمد ایوب قادری دیوبندی لکھتے ہیں:

''۲۲/مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نومحلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے''

(کتاب: ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' ص ۵۰)

ایوب صاحب مزید لکھتے ہیں: ''اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا'' (محمد احسن نانوتوی ص ۵۱)

⑨ پی سی پگاٹ نامی ایک انگریز لکھتا ہے:

''مجھ کو آج مدرسۂ عربیہ دیوبند کے معائنہ سے غیر معمولی مسرت ہوئی... میں نہایت خوشی سے اپنا نام چندہ دہندگان میں شامل کرتا ہوں۔ پی سی پگاٹ، جنٹ مجسٹریٹ سہارنپور، ۶/ اپریل ۱۸۹۷ء'' (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۳۴۹)

کیا خیال ہے؟ پگاٹ صاحب کتنا چندہ دے گئے تھے اور کس وجہ سے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے؟

⑩ ایک انگریز پامر نامی نے کیا کہا تھا؟ اس کا جواب پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی

سے سنئے، لکھتے ہیں:

''اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی ۳۱/ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں

''جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ **خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے...**'' (محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷، نیز دیکھئے کتاب: فخر العلماء ص ۶۰)

نثار صاحب! اس طرح کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً عبیداللہ سندھی (سابق نام: بُوٹا سنگھ) نے اپنے ایک خط میں مدرسۂ دیوبند کے بارے میں فرمایا:

''مالکانِ مدرسہ سرکار کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں'' (دیکھئے تحریک شیخ الہند ص ۳۵۸)

آپ ایسا کریں کہ حافظ ظہور احمد صاحب اور دوسرے لوگوں سے میری چھوٹی سی کتاب ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کا مکمل اور موضوع کے مطابق جواب لکھوائیں۔ اسی طرح ماہنامہ الحدیث حضرو میں آلِ دیوبند پر جو تحقیقی رد کیا گیا ہے مثلاً ''انوراوکاڑی صاحب کے جواب میں'' اور ماہنامہ الحدیث: ۴۹ میں شائع شدہ تحقیقی مضمون ''وحدت الوجود کیا ہے؟ اور اس کا شرعی حکم'' (ص ۱۲۔۲۶) وغیرہ، ان تحریرات کا بھی مکمل اور بمطابق تحریر جواب لکھیں یا لکھوائیں۔

المہند الدیوبندی جیسی بے ثبوت اور اصل عبارات سے فرار والی تحریرات شائع کر کے اپنی جگ ہنسائی نہ کروائیں۔

تنبیہ: ہم نے وحید الزمان حیدر آبادی، نواب صدیق حسن خان، فیض عالم صدیقی اور بعض علماء وغیرہم کے بارے میں صراحتاً یا اشارتاً اعلان کر رکھا ہے کہ یہ ہمارے اکابر میں سے نہیں ہیں یا ہم ان کی تحریرات سے بری ہیں۔ اگر آپ کے پاس میرے اعلانات نہیں

پہنچے تو اس تحریر کو میرا اعلان سمجھ لیں۔
میرے خلاف آپ درج ذیل دلائل پیش کر سکتے ہیں:

۱: قرآن مجید
۲: صحیح اور حسن لذاتہ مرفوع احادیث
۳: اجماع ثابت

اگر آپ ہمارے علماء کرام کے اجتہادات پیش کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل شرائط کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں:

۱۔ وہ عالم ہمارے نزدیک ثقہ وصدوق عندالجمہور رہو اور صحیح العقیدہ اہلِ حدیث ہو۔
۲۔ اس عالم کا قول قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف نہ ہو کیونکہ ہمارا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے۔
۳۔ اس عالم کا قول ہمارے نزدیک مفتیٰ بہ ہو۔
۴۔ ہم اسے اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہوں۔

دوبارہ عرض ہے کہ ہم کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف ہر عالم کا قول مردود سمجھتے ہیں۔

آپ لوگوں کے خلاف ہم وہی عبارات اور حوالے پیش کرتے ہیں جنھیں آپ صحیح اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ ان عبارات کا صاف طور پر علانیہ انکار کر دیں اور عبارات لکھنے یا کہنے والوں کو اپنے اکابر کی فہرست سے باہر نکال دیں تو ہم آپ کے خلاف یہ عبارات اور حوالے ہرگز نہیں پیش کریں گے۔ کیا خیال ہے؟ اگر حیاتی دیوبندیوں کے خلاف مماتی دیوبندیوں، احمد سعیدی دیوبندیوں اور پنج پیری دیوبندیوں کے حوالے پیش کرنے شروع کر دیئے جائیں تو کیا آپ ان حوالوں کو تسلیم کریں گے؟ اگر نہیں تو پھر ہمارے خلاف بھی آپ کو ایسے حوالے پیش کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں جنھیں ہم تسلیم کرنے سے علانیہ انکار یا اعلان براءت کرتے ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ

(۲۶/ رمضان ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۷/ستمبر ۲۰۰۸ء)

تصنیف: حافظ ابن کثیر — ترجمہ: حافظ زبیر علی زئی

اختصار علوم الحدیث (قسط نمبر ۵)

(۱۶) سولہویں قسم: اَفراد (منفرد روایات)

اس کی (کئی) قسمیں ہیں:

بعض اوقات راوی اپنے استاذ سے (روایت کرنے میں) منفرد (اکیلا) ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ یا کسی روایت کے ساتھ کسی علاقے والے منفرد ہوتے ہیں، مثلاً کہا جاتا ہے: اس (روایت) کے ساتھ اہلِ شام یا اہلِ عراق یا اہلِ حجاز منفرد ہیں، وغیرہ

اور بعض اوقات ان (علاقے والوں) میں سے ایک آدمی منفرد ہوتا ہے تو اس طرح دو صفتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ واللہ اعلم

حافظ دارقطنی نے سو (۱۰۰) اجزاء میں افراد کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کی کوئی مثال ان سے پہلے نہیں ملتی۔ حافظ محمد بن طاہر (المقدسی) نے اسے ''اطراف'' میں مرتب کر دیا ہے۔[۱]

(۱۷) سترہویں قسم: زیادتِ ثقہ (کے بارے) میں

جب کوئی (ثقہ) راوی اپنے استاذ سے دوسرے راویوں کی بنسبت منفرد ہو جائے تو اسے زیادتِ ثقہ کہا جاتا ہے۔ کیا یہ مقبول ہے یا نہیں؟ اس میں مشہور اختلاف ہے۔ خطیب (بغدادی) نے اکثر فقہاء سے نقل کیا ہے کہ یہ مقبول ہے[۲] اور اکثر محدثین نے اسے رد کر دیا ہے۔[۳] بعض لوگ کہتے ہیں: اگر مجلسِ سماع ایک ہو تو قابلِ قبول نہیں ہے اور اگر کئی

....

(۱) المقدسی کی یہ کتاب ''اطراف الغرائب والافراد' کے نام سے دو بڑی جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ والحمدللہ

(۲) الکفایہ ص ۴۲۴ (۳) حافظ ابن کثیر کی یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ خطیب بغدادی نے لکھا ہے: جمہور فقہاء اور اصحاب الحدیث نے کہا: ثقہ کی زیادت مقبول ہے، جس کے ساتھ وہ منفرد ہو..... الخ (الکفایہ ص ۴۲۴) نیز دیکھئے الباعث الحثیث مع تعلیق الالبانی (۱/۱۹۴) اور المقنع فی علوم الحدیث لابن الملقن (۱/۱۹۱)

مجلسیں ہوں تو قابلِ قبول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ روایت بیان کرنے والے (اصل راوی) کے علاوہ دوسرے کی زیادت مقبول ہے۔ برخلاف اس کے کہ وہ (اصل راوی) کبھی اسے (زیادت کو) بیان کرے اور کبھی اسے بیان نہ کرے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ روایت حکم میں دوسرے راویوں کے (سراسر) خلاف ہو تو مقبول نہیں ہے ورنہ مقبول ہے جیسے کہ اگر کوئی راوی ساری حدیث کے ساتھ منفرد (اکیلا) ہو تو اس کا تفرد مقبول ہوتا ہے بشرطیکہ وہ ثقہ ضابط یا حافظ ہو۔

خطیب نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (دیکھئے الکفایہ ص ۴۲۵)

شیخ ابوعمرو (ابن الصلاح) نے زیادتِ ثقہ کی یہ مثال بیان فرمائی ہے کہ (امام) مالک نے نافع سے انھوں نے ابن عمر سے روایت کیا: رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر آزاد یا غلام (اور) مرد یا عورت پر رمضان میں صدقۂ فطر فرض قرار دیا ہے۔ (دیکھئے الموطأ ۱/۲۹۴) اس میں ''مسلمانوں میں سے'' (من المسلمین) کے الفاظ (امام) مالک کی نافع سے زیادت ہے۔ ترمذی نے یہ دعوی کیا ہے کہ (حفاظِ حدیث میں سے) مالک اس کے ساتھ منفرد ہیں۔ (دیکھئے کتاب العلل الصغیر للترمذی مع السنن، طبع دارالسلام ص ۸۹۹، سنن الترمذی: ۶۷۶)

اور ابوعمرو (ابن الصلاح) اس پر خاموش رہے ہیں۔ (حالانکہ امام) مالک نے ان الفاظ کے ساتھ تفرد نہیں کیا بلکہ (امام) مسلم نے اسے مالک کی طرح ضحاک بن عثمان عن نافع کی سند سے بیان کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۸۴) اسی طرح بخاری (۱۴۳۲) ابوداود (۱۶۱۲) اور نسائی (۲۵۰۶) نے اسے عمر بن نافع عن ابیہ کی سند سے بیان کیا ہے۔[1]

(ابن الصلاح نے) کہا: اس کی مثالوں میں سے وہ حدیث (بھی) ہے جس میں آیا ہے: ''میرے لئے زمین: مسجد اور پاک قرار دی گئی ہے۔''

ابو مالک سعد بن طارق الاشجعی نے ''عن ربعي بن حراش عن حذيفة عن النبي

....

(۱) اسے یونس بن یزید اور کثیر بن فرقد وغیرہما نے بھی نافع سے بیان کیا ہے لہٰذا یہ مثال صحیح نہیں ہے۔

ﷺ'' کی سند سے اس میں '' وتربتها طهور '' اور اس کی مٹی پاک کرنے والی ہے/ کا اضافہ بیان کیا ہے۔ اسے مسلم (۵۲۲) ابن خزیمہ (۲۶۴) اور ابوعوانہ الاسفرائنی (۱/۳۰۳) نے روایت کیا ہے۔

اور (ابن الصلاح نے) ذکر کیا کہ متصل و مرسل کے درمیان اختلاف زیادتِ ثقہ کے قبول کے درمیان اختلاف کے علاوہ ہے۔ [متصل اور مرسل کے درمیان اختلاف اسی طرح ہے جس طرح زیادتِ ثقہ کے مقبول ہونے میں اختلاف ہے/ من نسخۃ أ] (۱)

(۱۸) اٹھارویں قسم: معلل (معلول) حدیث

یہ فن (علم کی ایک قسم) بہت سے علمائے حدیث پر مخفی ہے حتیٰ کہ بعض حفاظِ حدیث نے کہا: اس علم کے ساتھ ہماری معرفت، جاہل کے نزدیک کہانت (کاہنوں نجومیوں کا کام) ہے۔ (۲)

اس فن کی تحقیق کی سعادت ان ماہر نقادِ حدیث کو حاصل ہے جو صحیح اور ضعیف، ٹیڑھی اور مستقیم میں فرق کرتے ہیں جیسے صاحبِ بصیرت جوہری اپنے علم کے ذریعے اصلی اور جعلی، دیناروں اور ٹیڈی پیسوں میں فرق کرتا ہے، جس طرح اسے اس فیصلے میں شک نہیں ہوتا اسی طرح اسے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے (کہ وہ روایت معلول ہے اور یہ معلول نہیں ہے۔)

(۱) زیادتِ ثقہ کے مسئلے میں راجح یہی ہے کہ ثقہ کی زیادت (اگر ثقات یا اوثق کے سراسر منافی نہ ہو کہ تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو تو) مقبول و معتبر ہے۔

(۲) علل الحدیث لابن ابی حاتم (۱/۹) عن عبدالرحمٰن بن مہدی بلفظ: ''انكارنا الحديث عند الجهال كهانة'' اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے جبکہ یہ ثابت ہے کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے معرفۃ الحدیث (حدیث کی پہچان) کو الہام قرار دیا ہے۔ (علل الحدیث ۱/۱۰ وسندہ صحیح)

اس الہام اور کہانت سے مراد ماہر محدثین کا وہ پیشہ وارانہ تجربہ ہے جس کی بدولت وہ علتِ قادحہ و علتِ خفیہ کو دریافت کر کے بظاہر صحیح نظر آنے والی حدیث کو ضعیف و معلول قرار دیتے ہیں۔ اس سے صوفیوں اور مبتدعین کا خیالی و باطل الہام مراد نہیں جس کے ذریعے سے یہ لوگ غیب کی خبریں دریافت کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور دور کی کوڑیاں لاتے ہیں۔! خلاصہ یہ کہ حدیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا دارومدار محدثین کرام اور اصولِ حدیث پر ہے۔

بعض لوگ گمان کرتے ہیں اور بعض اپنے علوم، مہارت، طریقِ حدیث پر واقفیت اور رسول ﷺ کے کلام کی مٹھاس کے ذوق پر توقف کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا کلام عام لوگوں کے کلام سے مشابہ نہیں ہے۔

بعض مروی احادیث پر انوارِ نبوت ہوتے ہیں اور بعض میں الفاظ کی تبدیلی، باطل زیادت، اوٹ پٹانگ بے تکی بات یا اس جیسے دوسرے الفاظ پائے جاتے ہیں جنھیں اس فن کا ماہر پہچان لیتا ہے۔ بعض اوقات سندوں (کے جمع کرنے) سے علت معلوم ہو جاتی ہے۔

اس کی مثالیں بیان کرنے سے کتاب بہت زیادہ لمبی ہو جائے گی، یہ تو عملی تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔

اس علم میں سب سے جلیل القدر اور عظیم کتاب، امام بخاری کے اور اس فن (علل الحدیث) میں بعد والے تمام محدثین کے استاذ (امام) علی بن المدینی کی کتاب ''العلل'' ہے۔ (۱)

اس طرح عبدالرحمٰن بن ابی حاتم (الرازی) کی کتاب العلل ابواب پر مرتب ہے (۲) اور اسی طرح خلال کی کتاب العلل ہے۔

مسندِ حافظ ابی بکر البزار کی کتاب میں بہت سی علتوں (اور معلول روایتوں) کا ذکر ہے جو دوسری مسندوں میں نہیں پائی جاتیں۔ (۳)

ان سب (معلل) روایتوں کو حافظ کبیر ابوالحسن الدارقطنی نے اپنی کتاب (**العلل الواردة فی الأحادیث النبویة**) میں اکٹھا کر دیا ہے اور یہ کتاب سب سے جلیل القدر بلکہ ہم نے جتنی کتابیں دیکھی ہیں اُن میں اس فن میں سب سے جلیل القدر کتاب ہے۔ ایسی کتاب ان (دارقطنی) سے پہلے کسی نے نہیں لکھی اور بعد میں آنے والے ایسی کتاب لکھنے سے

....

(۱) امام ابن المدینی کی کتاب العلل کا ایک حصہ مطبوع ہے۔

(۲) علل الحدیث لابن ابی حاتم بھی دو جلدوں میں بغیر تحقیق کے اور تین جلدوں میں مع تحقیق مطبوع ہے۔

(۳) اسے البحر الزخار کہتے ہیں اور یہ کتاب چھپ رہی ہے۔ ہمارے پاس اس کی پندرہ جلدیں موجود ہیں۔

عاجز ہیں ۔اللہ تعالیٰ (امام) دارقطنی پر رحم کرے اور انھیں بہترین ٹھکانا (جنت) عطا فرمائے۔

لیکن ایک ضروری چیز کا اس کتاب میں فقدان ہے وہ یہ کہ طالب علموں کی آسانی کے لئے اسے ابواب پر مرتب کرنا چاہئے یا اس کتاب میں مذکور صحابہ کرام کے ناموں کو حروفِ تہجی پر اکٹھا کر دیا جائے تا کہ اس سے استفادہ کرنا آسان ہو جائے۔

اس کی روایتیں سخت بکھری ہوئی ہیں اور انسان اپنی مطلوبہ روایت تک آسانی سے نہیں پہنچ سکتا اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔[۱]

(۱۹) انیسویں قسم: مضطرب

یہ (مضطرب) اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ایک معین (خاص ومتعین) شیخ پر راویوں کا اختلاف ہوتا ہے یا ایک جیسی برابر بہت سی وجوہ (اسانید ومتون) کا اختلاف ہوتا ہے، جس میں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

بعض اوقات اضطراب سند میں ہوتا ہے اور بعض اوقات متن میں ہوتا ہے۔

اس کی بہت سی مثالیں ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے۔واللہ اعلم [۲]

....

(۱) امام دارقطنی کی عظیم الشان کتاب العلل تحقیق اور مفید فہرستوں کے ساتھ سولہ (۱۶) جلدوں میں مکمل چھپ چکی ہے۔والحمدللہ

(۲) مثلاً ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے گھوڑوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔اس روایت کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا: ''وھٰذا إسناد مضطرب'' (سنن الدارقطنی ۲۸۸/۴ ح ۴۷۲۸)

اس مضطرب وضعیف روایت کو ابن الترکمانی اپنے مسلک کی خاطر ''فھٰذا سند جید'' قرار دیتے ہیں۔ (دیکھئے الجوہر النقی ۳۲۸/۹) جس روایت کی سند اور متن میں تطبیق نہ ہو سکے یا محدثینِ کرام نے اسے مضطرب قرار دیا ہو تو وہ مضطرب ہے۔اگر محدثین کے درمیان اختلاف ہو تو راجح مرجوح دیکھ کر ترجیح ہوگی۔یاد رہے کہ بہت سے لوگ اپنے مسالک و مذاہب کی خاطر مخالفین کی بعض روایات کو مضطرب کہہ دیتے ہیں۔مثلاً نیموی نے آثار السنن میں صحیحین کی ایک حدیث کو مضطربہ (مضطرب) کہہ دیا ہے۔(ح ۵۵۰) لیکن نیموی کا یہ دعویٰ باطل ہے۔

(۲۰) بیسویں قسم: مُدرَج کی پہچان

مدرج اسے کہتے ہیں کہ متنِ حدیث میں راوی کے کلام (تفسیر وتشریح وغیرہ) سے کچھ اضافہ ہوجائے اور سننے والا یہ سمجھے کہ یہ اضافہ مرفوع حدیث میں (درج) ہے، پھر وہ اسی طرح روایت کرنے لگے۔

اسی طرح کا ادراج بہت سی صحیح، حسن اور مُسنَد وغیرہ روایات میں واقع ہوا ہے۔[۱]

سند میں بھی ادراج ہوجاتا ہے اور اس کی بہت سے مثالیں ہیں۔

حافظ ابوبکر الخطیب (البغدادی) نے اس (مدرج) کے بارے میں ایک بڑی کتاب ''فصل الوصل لما أدرج فی النقل''لکھی ہے جو بہت زیادہ مفید ہے۔[۲]

(۲۱) اکیسویں قسم: موضوع، من گھڑت (اور) جعلی کی پہچان

موضوع روایت کے معلوم ہونے پر بہت سی دلیلیں ہیں:

(۱) جھوٹ بولنے کا قول یا فعل سے یہ اقرار کہ اس نے یہ حدیث گھڑی ہے۔

(۲) رکاکتِ الفاظ یعنی الفاظ کا لچر پن، پھسپھسا پن اور ناموزونیت

(۳) فاسد مفہوم　(۴) فحش بے تکا پن

(۵) قرآن اور سنتِ صحیحہ (صحیح احادیث) کی (واضح و من کل الوجوہ) مخالفت

موضوع کی روایت بغیر جرح کے بیان کرنا جائز نہیں ہے تاکہ جاہل لوگ، عوام اور عامی حضرات دھوکے کا شکار نہ ہوجائیں۔

حدیث گھڑنے والوں کی کئی قسمیں ہیں: ① ان میں زنادقہ (بے دین اور ملحد لوگ) ہیں۔ ② ان میں ایسے عبادت گزار ہیں جو (اپنی بے وقوفی کی وجہ سے) یہ سمجھتے ہیں کہ وہ

....

(۱) مثلاً سنن الترمذی کی ایک حدیث (۳۱۲) میں فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ إلخ امام زہری کا قول ہے جو کہ حدیث میں مدرج ہوگیا ہے۔ دیکھئے المدرج الی المدرج للسیوطی (ص۲۱ ح۶)

(۲) یہ کتاب ''الفصل للوصل المدرج فی النقل'' کے نام سے دو بڑی جلدوں میں مطبوع ہے۔

(بڑا) کام کررہے ہیں، یہ لوگ ترغیب اور فضائلِ اعمال میں حدیثیں گھڑتے ہیں تا کہ ان پر عمل کیا جائے۔

یہ کرامیہ فرقے کا ایک گروہ اور دوسرے لوگ ہیں۔ اس قسم کی حرکتیں کرنے (موضوع احادیث گھڑنے) والوں میں سب سے بُرے یہی لوگ ہیں کیونکہ بہت سے لوگ جو انھیں نیک اور سچا سمجھتے ہیں، دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہر کذاب (جھوٹے) سے زیادہ بُرے اور نقصان دہ ہیں۔

ائمہ حدیث نے ان کی ہر حرکت پر تنقید کی ہے اور اپنی کتابوں میں انھیں (جھوٹا) لکھ رکھا ہے۔

حدیثیں گھڑنے والوں کے لئے یہ بات دنیا میں عار (رسوائی) اور آخرت میں ذلت اور جہنم کا عذاب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنالے۔[۱] یہ حدیث متواتر ہے۔[۲]

بعض جاہل کہتے ہیں: ہم نے آپ (ﷺ) پر جھوٹ نہیں بولا بلکہ آپ کے لئے بولا ہے۔[۳]

یہ ان لوگوں کی مکمل جہالت، کم عقلی، بڑی بدکاری اور افتراء ہے کیونکہ نبی ﷺ اپنی شریعت کے کمال اور فضائل میں دوسروں کے محتاج نہیں ہیں۔

شیخ ابوالفرَج (ابن الجوزی) نے موضوع روایتوں کے بارے میں ایک بڑی کتاب لکھی ہے۔ اِلا یہ کہ انھوں نے اس کتاب میں ایسی روایتوں کو درج کر دیا ہے جو موضوع

....

(۱) صحیح بخاری: ۱۱۰، صحیح مسلم: ۳ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ.

(۲) قطف الازہار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ للسیوطی: ۱، لقط اللآلی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ: ۶۱، نظم المتناثر من الحدیث المتواتر: ۲

(۳) اس پر تعاقب کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے النکت علی ابن الصلاح (۸۵۴/۲) میں کہا: یہ ان لوگوں کی عربی زبان کے ساتھ جہالت ہے کیونکہ انھوں نے احکام (وغیرہ) گھڑنے میں آپ (ﷺ) پر جھوٹ بولا ہے۔

نہیں ہیں اور ایسی موضوع روایات کو درج نہیں کیا جنھیں ذکر کرنا ضروری تھا[1] لہٰذا (عام لوگوں کی نظر میں) یہ کتاب (اعتماد کے درجے سے) گر گئی ہے اور اس سے راہنمائی حاصل نہ ہو سکی۔[2]

بعض اہلِ کلام سے مروی ہے کہ موضوع روایات کلیتاً موجود نہیں (معدوم) ہیں۔!

یا تو اس قائل کا اپنا ہی کوئی وجود سرے سے نہیں ہے یا پھر یہ شخص شرعی علوم سے بہت دور (اور نرا جاہل محض) ہے۔

بعض لوگوں نے اس حدیث کے ساتھ اس شخص پر رد کرنے کی کوشش کی ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر جھوٹ بولا جائے گا''[3] اگر یہ خبر صحیح ہو تو ضرور آپ پر جھوٹ بولا جائے گا اور اگر یہ روایت جھوٹی ہے تو مقصود حاصل ہو گیا (کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہے۔)

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے ابھی تک (جھوٹ کا) واقع ہونا لازم نہیں آتا بلکہ

(۱) یہ کتاب تین جلدوں میں بغیر تحقیق سے اور چار جلدوں میں تحقیق وفہرست کے ساتھ مطبوع ہے۔

(۲) انبیاء ورسل کے علاوہ کوئی انسان بھی خطا اور اوہام سے معصوم نہیں ہے۔ حافظ ابن الجوزی کے اوہام واخطاء کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انھیں اپنی کتابوں کی مراجعت کا موقع نہ ملا تاہم یاد رہے کہ کتاب الموضوعات میں ان کی ذکر کردہ غالب روایات موضوع ہی ہیں۔

فائدہ: حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ابوالفرج (ابن الجوزی) کی اصطلاح میں موضوع وہ روایت ہوتی ہے جس کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہو، اگر چہ اسے بیان کرنے والے نے جان بوجھ کر جھوٹ نہ بولا ہو بلکہ اسے اس میں غلطی لگی ہو، اس لئے انھوں نے اپنی کتاب الموضوعات میں اس قسم کی بہت سی روایتیں بیان کی ہیں۔ علماء کے ایک گروہ نے ان بہت سی روایتوں میں ان سے اختلاف کیا اور کہا یہ اس میں سے نہیں جس کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہے بلکہ بعض روایات کا انھوں نے ثبوت واضح کیا ہے لیکن موضوعات کی غالب روایات علماء کے اتفاق سے باطل ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج۱ص ۲۴۸)

سیوطی نے الموضوعات پر بہت سے تعقبات لکھے ہیں مگر ان میں سے بہت سے تعقبات پر بذاتِ خود نظر ہے۔

(۳) یہ روایت ''مجھ پر جھوٹ بولا جائے گا'' بالکل بے سند، بے اصل اور من گھڑت ہے۔

قیامت تک بہت سے زمانے باقی ہیں جن میں اس کا وقوع ممکن ہے۔

یہ قول، اس پر استدلال اور اس کا جواب ائمہ حدیث اور حفاظِ حدیث کے نزدیک سب سے زیادہ کمزور چیزوں میں سے ہے۔ یہ ائمۂ حدیث اور حفاظ صحیح اور ان سے کئی گنا زیادہ موضوع روایات یاد رکھتے تھے تا کہ یہ موضوع روایات ان پر یا عام لوگوں پر مخفی نہ رہ جائیں (اور وہ انھیں صحیح نہ سمجھ لیں) اللہ ان محدثین پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو۔

(۲۲) بائیسویں قسم: مقلوب

روایت کبھی ساری سند میں مقلوب (بدلی ہوئی، اُلٹی) ہوتی ہے اور کبھی بعض میں ہوتی ہے۔ پہلی کی مثال وہ واقعہ ہے کہ جب (امام) بخاری بغداد تشریف لائے تو وہاں کے ماہر محدثین نے ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے متن پر، اور ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث کی سند پر لگا دیا۔ انھوں نے روایتوں کو مقلوب کر دیا مثلاً سالم کی حدیث کو نافع سے اور نافع کی حدیث کو سالم سے ملا دیا اور یہ دوسری قسم سے ہے۔

انھوں نے تقریباً ایک سو (۱۰۰) یا زیادہ حدیثوں میں ایسا کیا پھر جب انھوں نے یہ حدیثیں (امام) بخاری کو سنائیں تو آپ نے ہر حدیث کو اس کی (اصل) سند اور ہر سند کو اس کے (اصل) متن سے لگا کر بتا دیا۔ محدثینِ بغداد کی ان مقلوب و مرکّب روایتوں میں سے ایک روایت بھی (امام) بخاری پر (مخفی رہ کر) رائج نہ ہو سکی۔ محدثینِ بغداد (اور عام لوگوں) نے اسے بہت عظیم جانا اور اس فن (حدیث) میں ان (امام بخاری) کے (بلند) مقام کے قائل ہو گئے۔ اللہ آپ پر رحمت کرے اور جنت میں داخل کرے۔ (آمین)[1]

شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) نے یہاں یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی معیَّن سند کے ضعیف ہونے

....

(۱) تاریخ بغداد ۲/ ۲۰، مشائخ البخاری لابن عدی ق ۲/ ۱ بحوالہ حاشیۃ المقنع فی علوم الحدیث ۱/ ۲۴۲، امام بخاری اور محدثینِ بغداد کی طرف منسوب یہ سارا قصہ سند صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ اس قصے کی سند میں حافظ ابو احمد بن عدی کے استاذ نامعلوم و مجہول ہیں۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۵ ص ۱۳، ۱۴، مشہور واقعات کی حقیقت ص ۵۷، ۵۸

سے اس روایت کا حقیقت میں (بھی) ضعیف ہونا لازم نہیں ہوتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کی دوسری (صحیح یا حسن) سند ہو الا یہ کہ کوئی امام یہ صراحت کردے کہ یہ حدیث صرف اسی سند سے ہی مروی ہے۔ (۱) میں (ابن کثیر) نے کہا: مناظرے میں یہ کافی ہے کہ (مخالف) مناظر نے جو سند پیش کی ہے اُس کا ضعیف ہونا ثابت کردیا جائے، وہ (لاجواب ہوکر) چُپ ہوجائے گا کیونکہ اصل یہی ہے کہ دوسری کوئی روایت (اس مناظر کی مؤید) نہیں ہے اِلا یہ کہ دوسری کوئی ثابت (صحیح وحسن) سند پیش کردی جائے۔ واللہ اعلم (۲)

(ابن الصلاح نے) کہا: ترغیب وترہیب، قصص ومواعظ اور ان جیسے دوسرے ابواب (مثلاً مناقب وفضائل) میں موضوع کے علاوہ دوسری روایتیں (سند سے) بیان کردینا جائز ہے لیکن ایسا کرنا صفاتِ باری تعالیٰ اور حلال وحرام میں جائز نہیں ہے۔

انھوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے (سند کے ساتھ) ضعیف روایت بیان کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ (۳)

انھوں نے کہا: جب آپ بغیر سند کے، نبی ﷺ سے کوئی روایت منسوب کریں تو یہ نہ کہیں کہ ''نبی ﷺ نے ایسا فرمایا ہے'' اور اس طرح کے جو الفاظ ہیں جن سے جزم (ویقین) مراد ہوتا ہے، استعمال نہ کریں بلکہ صیغۂ تمریض سے بیان کریں اور اسی طرح جس روایت کے صحیح ہونے میں شک ہو اُسے بھی صیغۂ تمریض سے ہی بیان کرنا چاہئے۔

(۱) یہ بات تو صحیح ہے لیکن یاد رہے کہ جب تک دوسری صحیح یا حسن لذاتہ روایت نہ ملے تو معین ضعیف سند مردود و ناقابلِ حجت ہی رہتی ہے۔ نیز دیکھئے حاشیہ نمبر۲

(۲) یہ بہت ہی اہم فائدہ ہے جو حافظ ابن کثیر نے بیان فرمایا ہے۔ بعض لوگ اپنی مرضی کی بعض روایات کو ضعیف + ضعیف + ضعیف کہہ کر حسن لغیرہ بنا دیتے ہیں (مثلاً دیکھئے احمد رضا خان بریلوی کی کتاب فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۴۲۹ تا ۶۲۸) حالانکہ قولِ راجح میں حسن لغیرہ روایت حجت ہی نہیں ہے بلکہ ضعیف ومردود کی ایک قسم ہے۔ یہ لوگ اپنی مرضی کے خلاف بہت سی ایسی روایات جو ان کے اصول پر ''حسن لغیرہ'' بنتی ہیں، رد کردیتے ہیں۔!

(۳) تحقیقِ راجح میں ضعیف روایات کا بطورِ حجت بیان کرنا فضائل میں بھی جائز نہیں۔ تفصیلی دلائل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۵۳ ص ۱۸۔۳۳

حافظ زبیر علی زئی

سچے قصے

① زکریا بن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب (عبداللہ) ابن المبارک (رحمہ اللہ) کوفہ تشریف لائے تو آپ بیمار تھے۔ پھر (امام) وکیع، ہمارے ساتھی اور کوفہ والے آپ کے پاس آئے تو مذاکرہ (بحث ومباحثہ) شروع کیا حتیٰ کہ انھوں نے شراب (نبیذ) کا ذکر کیا تو ابن المبارک (رحمہ اللہ) رسول اللہ ﷺ کی احادیث، نبی ﷺ کے صحابہ اور اہلِ مدینہ کے مہاجرین وانصار کی روایات پیش کرنے لگے۔ انھوں (کوفیوں) نے کہا: نہیں، آپ ہمیں ہماری حدیثیں سنائیں۔ ابن المبارک نے فرمایا: ہمیں الحسن بن عمرو الفقیمی نے روایت بیان کی، انھوں نے فضیل بن عمرو سے، انھوں نے ابراہیم (نخعی) سے، انھوں نے کہا: لوگ کہتے تھے کہ اگر شراب (نبیذ) سے نشہ ہو جائے تو اسے دوبارہ پینا کبھی حلال نہیں ہے۔ یہ سن کر اُن لوگوں نے اپنے سر جھکا لئے (یعنی چُپ ہو گئے) پھر ابن المبارک (رحمہ اللہ) نے اپنے قریب والے آدمی سے کہا: کیا ان لوگوں سے زیادہ عجیب تم نے کوئی دیکھا ہے؟ میں انھیں رسول اللہ ﷺ، آپ کے صحابہ اور تابعین کی حدیثیں بیان کرتا ہوں وہ اس کی کوئی پروا نہیں کرتے اور ابراہیم (نخعی) سے بیان کرتا ہوں تو سر جھکا لیتے ہیں۔؟!

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۹۸/۸، ۲۹۹ وسندہ حسن، الحسن بن علی بن زیاد السری صحح لہ الذہبی والحاکم ۳۴۴/۴، ۳۴۵ ح ۸۰۰۵ فھو صدوق) نیز دیکھئے احناف کی چند کتب پر ایک نظر از مولانا عبدالرؤف بن عبدالمنان بن حکیم محمد اشرف سندھو حفظہ اللہ (ص ۱۷۶)

بعینہ یہی حالت اُن غالی مقلدین کی ہے جنھیں قرآن یا حدیث سنائی جائے تو کان اور آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور اگر ان کے اکابر کی بات سنائی جائے تو خوش ہو جاتے ہیں۔

﴿إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ [الزمر:۴۵] !!

② امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے (امام)

احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی، آپ نے چار تکبیریں کہیں اور سورۂ فاتحہ پڑھی اور (صرف) ایک طرف سلام پھیرا پھر جب آپ قبرستان کے پاس پہنچے تو جوتے اُتار کر ننگے پاؤں چلنے لگے۔ (الطیوریات ۲۶۴/۲، ۲۵۶ح ۱۸۸، وسندہ حسن)

سبحان اللہ! امام اہلِ سنت اتباعِ سنت میں کتنے اعلیٰ مقام پر تھے۔

جنازے میں سورۂ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۳۳۵)

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح امامِ عالی مقام نے تکبیریں اور سلام جہراً پڑھا، اسی طرح سورۂ فاتحہ بھی جہراً پڑھی۔

قبرستان میں اگر کانٹے اور پاؤں کو تکلیف دینے والی اشیاء نہ ہوتو ننگے پاؤں چلنا بہتر ہے جیسا کہ سیدنا بشیر بن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ۳۲۳۰ وسندہ صحیح وصححہ ابن حبان [الموارد: ۷۹۰] والحاکم ۳۷۳/۱ والذہبی)

اور جوتوں کے ساتھ بھی چلنا جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری (۱۳۳۸) کی حدیث سے ثابت ہے۔

③ مشہور ثقہ تابعی امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''**ان ابن عمر كان إذا فاتته صلوٰة العشاء في جماعة أحيي بقية ليلته**'' بے شک جب (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کی نمازِ عشاء باجماعت فوت ہو جاتی تو آپ باقی ساری رات بیدار (عبادت کرتے) رہتے تھے اور نہیں سوتے تھے۔ (المعجم لابی یعلیٰ الموصلی بتحقیق الشیخ ارشاد الحق الاثری: ۱۸، وسندہ حسن)

نماز باجماعت سے محبت کا یہ کتنا عظیم الشان واقعہ ہے جبکہ کلمہ پڑھنے والوں کی اکثریت نماز باجماعت کا اہتمام کرنے کے بجائے فرض نمازوں سے ہی غافل ہے۔ !!

اعلان: ماہنامہ الحدیث: ۵۲ ص ۴۸ پر بحوالہ الطیوریات لوہے کی میخوں والا جو قصہ چھپ گیا ہے اُس کی سند عبید اللہ بن محمد بن محمد العکبری (یعنی ابن بطہ) کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، اس کی طرف ہمارے شاگرد تنویر شاہ صاحب حفظہ اللہ نے توجہ دلائی ہے۔

قارئین کرام اپنے رسالوں کی اصلاح کرلیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری غلطی اور کوتاہی معاف فرمائے۔ آمین

کلمۃ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

حق کی طرف رجوع

تبع تابعی امام سعید بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رحمہ اللہ نے اپنے دادا سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے نام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا خط نکالا، جس میں لکھا ہوا تھا:

''لا یمنعك قضاء قضیته بالأمس راجعت فیه نفسك وهدیت فیه لرشدك أن تراجع الحق فإن الحق قدیم و إن الحق لا یبطله شئ و مراجعة الحق خیر من التمادي فی الباطل'' تم نے کل جو فیصلہ کیا تھا اگر (آج) اس میں نظرِ ثانی کر لی اور صحیح کی طرف تمھاری راہنمائی ہوگئی تو حق کی طرف رجوع کرنے سے کبھی نہ رُکنا کیونکہ حق قدیم ہے، اسے کوئی چیز باطل نہیں کرتی اور باطل میں ضد جھگڑے سے حق کی طرف رجوع کرنے میں خیر ہے۔ (سنن الدارقطنی ۴/۲۰۷ ح ۴۴۲۶، اخبار القضاۃ لمحمد بن خلف بن حیان ۱/۷۱، ۷۲)

اس سُچے موتی اور فاروقی کلام کی سند سعید بن ابی بردہ تک صحیح ہے، ان کے شاگرد ادریس بن یزید بن عبدالرحمٰن الاودی ثقہ تھے۔ دیکھئے التقریب (۲۹۶)

سعید کے پاس وہ کتاب یعنی خط تھا جسے سیدنا عمر نے سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہما کی طرف لکھا تھا، جسے سعید نے (اپنے والد ابو بردہ رحمہ اللہ سے) حاصل کیا تھا اور کتاب سے روایت وجادہ ہونے کی وجہ سے صحیح وحجت ہے۔ دیکھئے مسند الفاروق لابن کثیر (۲/۵۴۶، ۵۴۷)

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں: یہ کتاب جلیل الشان ہے، اسے علماء کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ (اعلام الموقعین ص ۷۷، فصل: النوع الرابع من أنواع الرائ المحمود)

یہی وہ بنیادی منہج ہے جس پر ہم ہر وقت رواں دواں ہیں اور ماہنامہ الحدیث حضرو کے صفحات اس پر گواہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے بارے میں ملا مرغینانی نے بار بار لکھا ہے کہ فلاں مسئلے سے امام صاحب نے رجوع کر لیا تھا۔ مثلاً دیکھئے الہدایہ (ج ۱ ص ۶۱)

شیخ البانی رحمہ اللہ کے رجوع اور تراجعات والی کتاب ایک یا دو جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔ خوش نصیب ہے وہ جو اپنی غلطی معلوم ہو جانے کے بعد حق کی طرف لوٹ آئے۔

ابومعاذ

آئینۂ انتخاب

غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں:

''یاد رکھئے جب کوئی مسئلہ حدیث سے ثابت ہو اور اس کے معارض اور مخالف، کتاب وسنت میں کوئی قطعی دلیل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا ہی صحیح دین ہے اور کوئی شخص اپنی جگہ پر کتنا ہی بڑا بزرگ اور عالمِ دین کیوں نہ ہو لیکن جب وہ حدیثِ صریح کے خلاف کوئی بات محض اپنی رائے سے بلا دلیل کہتا ہو تو صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں اس کی ذاتی رائے کو چھوڑ دینا ہی ہدایت اور راہِ استقامت ہے، بعد کا کوئی شخص علم وفضل میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو، صحابہ سے نہیں بڑھ سکتا اور جب اصول یہ ہے کہ قولِ صحابی بھی اگر حدیثِ رسول کے معارض ہو تو حدیث کے مقابلہ میں اس قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو سوچئے جن کی حدیث کے خلاف صحابہ کی بات بھی نہ سنی جاتی ہو تو ان کے خلاف بعد کے کسی بزرگ یا ماوشما کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔'' (ذکر بالجہر ص ۱۰۵، مطبوعہ فرید بک سٹال ۴۰/ اردو بازار لاہور)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''اسی طرح ان کا بار بار علماء کی عبارات نقل کرنا کہ فلاں فرماتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا اور فلاں فرماتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا تو یہ بالکل بے سود ہے کیونکہ مثلاً انہوں نے اگر دس بزرگوں کے نام لے کر ان کی عبارات اس مضمون پر نقل کی ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ بجائے دس کے دس ہزار بزرگوں کی عبارات بھی پیش کر دیں تو اس سے کچھ نہیں بنتا کیونکہ مسند مرفوع اور صحیح حدیث کے مقابلہ میں دس ہزار تو کیا دس لاکھ بلکہ دس ارب وکھرب حضرات کی بات بھی کوئی وقعت نہیں رکھتی کیونکہ علمی قاعدہ تو یہ ہے کل احد یؤخذ عنہ ویترک الا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔''

(اتمام البرہان فی رد توضیح البیان طبع سوم ص ۳۸۹ حصہ سوم ص ۵۷)